

۷۸۶/۹۲

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ



انوار الصوفیہ

بنگلور



علم تصوف و عرفان کا
جامع چار ماہی رسالہ

بابت ستمبر 2010 تا اپریل 2011

جمادی الآخر تاریخ الثانی ۱۴۳۲ھ

جلد ۵ تا ۷ ————— شماره ۱۷

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram

Palace Guttahalli, Bangalore 560 003

Karnataka State (India)

Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.org

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

- | | | |
|------------|--------------------------|-----|
| صدر | سید احمد ایثار صاحب | (1) |
| ہیجنگ ٹرشی | جناب اے اے خطیب | (2) |
| خازن | جناب محمد تاج الدین انور | (3) |
| ٹرشی | ڈاکٹر سید لیاقت پیراں | (4) |
| ٹرشی | یس۔ یم۔ اقبال احمد صاحب | (5) |
| ٹرشی | جناب عزیز اللہ بیگ | (6) |
| ٹرشی | جناب شائستہ یوسف صاحبہ | (7) |

اغراض و مقاصد

- ۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا۔
- ۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت عوام کو بہرہ ور کرنا۔
- ۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اور ان کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔
- ۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔
- ۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 25 روپے

قیمت سالانہ 100 روپے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

فخر عالم مدد سے دلبر داور مدد سے
یا محمدؐ بمن عاصی و مضطر مدد سے
نور اول مدد سے مرسل آخر مدد سے
صاحب جو وعظا سید و سرور مدد سے
رہبر کل مدد سے محسن اکبر مدد سے
ابر رحمت مدد سے شافع محشر مدد سے
تشنہ کام آمدہ ام بردرت اے بندہ نواز
بحر رحمت مدد سے ساقی کوثر مدد سے
از غم ورنج و الم گشتہ پریشاں شارب
بہر حسنینؑ و پے زہرا و حیدر مدد سے

بفضل تعالیٰ ماہانہ جلسہ باقاعدہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس ماہ 77 ماہانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگ شرکت کئے۔ جس میں غیر قوم بھی شامل تھے۔ الحمد للہ سترہ واں شمار و پیش خدمت ہے۔ چند ناگزیر حالات کی وجہ سے اس کے شائع کرنے میں کافی تاخیر ہوئی جس کا ہمیں افسوس ہے۔ انشاء اللہ العزیز آئندہ بروقت شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

خاکپائے اولیاء کرام
اے اے خطیب
چیف ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

از: خواجہ محمد اکبر وارثی۔ حیدرآباد

تجھے ڈھونڈتا تھا میں چار سو تری شان جل جلالہ
 تو ملا قریب رگ گلو، تری شان جل جلالہ
 تری یاد میں ہے کلی کلی، ہے چمن چمن میں ہوا لعلی
 تو بسا ہے پھول میں ہو بہو، تری شان جل جلالہ
 تری جستجو میں ہے فاختہ، کہ کہاں تو جلوہ دکھائے گا
 اے درد کو کو ہے کوہ کو، تری شان جل جلالہ
 گرے قطرے ابر سے خاک پر، تو یہ بولا سبزہ اشک کے سر
 دیا غیب سے مجھے آب جو، تیری شان جل جلالہ
 ترا رنگ لعل و گہر میں ہے، ترا نورش و قمر میں ہے
 تری ذات غم نوالہ، تری شان جل جلالہ
 ترے حکم سے جو ہوا چلی، تو چمک کے بولی کلی کلی
 ہے کریم تو، ہے رحیم تو، تری شان جل جلالہ
 ترا ڈالی ڈالی پہ وصف ہے، تری پتے پتے پہ حمد ہے
 ترا غنچے غنچے پہ رنگ و بو تری شان جل جلالہ
 ترا جلوہ دونوں جہاں میں ہے، ترا نور کون و مکان میں ہے
 یہاں تو ہی تو، وہاں تو ہی تو تری شان جل جلالہ
 ہے دعائے اکبر ناتواں نہ تھمے قلم نہ رکے زباں
 میں لکھوں پڑھوں یہی با وضو، تری شان جل جلالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت شریف

خمیس بر غزل مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

از: حضرت شاہ خاموش حیدر آباد

پری زو کا ہو سودا پریشان حال ہوں بردم متاع دل دیا ہوں میں نہ کیوں ہو دل میرا برہم
جو جی چاہے سو کہتے ہیں ہر ایک مخلوق اور عالم نہ من بیہودہ گرو کوچہ و بازار می گردم
مذاق عاشقی دارم پے دیداری گردم

نہ شادی کی مجھے شادی نہ غم کا ہے مجھے کچھ غم محبت کا میں بندہ ہوں میرا مستی کا ہے عالم
میرا تو سجدہ گہ اوس ابروئے دلدار کا ہے خم شراب شوق می نوشم بگرد یاری گردم
خن مستانی گویم ولے ہشیار میگروم

نہ چھوڑا بحر کو ہر گز ہوا بہتیرا سرگرداں خدا بس اپنا حافظ ہے اگر ہے موج اور طوفاں
کبھی اللہ بھر دے گا دُرِ مقصود سے داماں ہزاراں غوطہا خوردم دریں دریائے بے پایاں
برائے گوہر معنی بددیا قصری گردم

براہوں میں تو ہوں تیرا بھلا ہوں میں تو ہوں تیرا وسیلہ کوئی نہیں مجھ کو سوا تیرے مرے مولا
میں اب خاموش بیٹھا ہوں زباں سے کہہ نہیں سکتا بیا شاہا عنایت گن تو مولاناے زومی را
غلام شمس تیریم قلندر داری گردم

ماخوذ: دیوان خاموش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آیت قرآنی: شان حبیب الرحمن

از: حضرت مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی مدظلہ بدایونی

آیت ۳۹: خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (پارہ ۱۱ سورہ اتوبہ رکوع ۱۲) اے محبوب ان کے مالوں سے صدقہ وصول فرماؤ جس سے تم ان کو پتھر اور پاکیزہ کر دو اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بے شک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی شانیں بیان فرماتی ہیں کہ سبحان اللہ قربان چاہئے شان نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جب غزوہ تبوک ہوا تو مدینہ منورہ کے مومنین کی ایک جماعت اس میں شامل نہ ہو سکی اپنے کاروبار میں مشغولیت کی وجہ سے جب رسول اللہ علیہ السلام مع مجاہدین کے واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنے جسوں کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی کہ ہم کو حضور علیہ السلام اپنے مبارک ہاتھوں سے کھولیں گے جب حضور علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں اور انہوں نے اپنے کو کیوں باندھا ہے تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ان سے یہ قصور ہوا کہ آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت نہ کی اب شرمندہ ہیں اور توبہ کرتے ہیں فرمایا قسم رب کی اس وقت تک ان لوگوں کو نہ کھولوں گا جب تک رب کا حکم نہ آئے کہ کھول دو پھر ان کی توبہ قبول کی گئی اور یہ حضرات کھولے گئے۔

تب ان صاحبوں نے اپنا مال پیش کیا چوں کہ اس مال میں مشغولیت کی وجہ سے ہم جہاد سے رک گئے لہذا یہ مال بطور کفارہ حاضر ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اس مال کے لئے حکم نہیں فرمایا ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری (خزائن العرفان) اور فرمایا گیا کہ اے محبوب آپ ان کا یہ مال وصول فرمالو اور ان کے لئے دعا بھی فرمالو کیونکہ تمہاری یاد سے ان کے دلوں کو چین ہوتا ہے آخر تمہارے ہیں اُ تم ہی ناراض ہو جاؤ تو کس کے ہو کر رہیں اور ان کو پاک فرما دو۔

اس آیت سے چند طرح سے حضور علیہ السلام کی نعت ثابت ہوئی۔ اولاً تو اس طرح کہ لاکھ عمل کئے جاویں مگر ان کی مقبولیت توجہ محبوب سے ہوتی ہے۔ صدقہ کرنا خدا کی عبادت ہے۔ مگر قبول ہو بطفیل حضور علیہ السلام۔ دوسرے یہ کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ گناہ کی معافی حضور علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوتی ہے تب ہی تو مسجد نبوی میں آئے اور حضور علیہ السلام سے اپنے آپ کو کھلوانے کے خواہش مند ہوئے تیسرے اس طرح کہ حضور علیہ السلام کو ہر گندگی گناہ سے پاک فرمانے والے ہیں اعمال صالحہ تو ذریعہ پاکی ہیں یہاں فرمایا گیا کہ تم ان کے صدقہ کے ذریعہ سے پاک کرو۔ اگر لاکھوں عبادت کی جاویں اور بارگاہ رسالت میں قبولیت نہ ہو تو سب بیکار ہیں اور کرنے والا ویسا ہی گندا ہے۔ چوتھے یہ کہ عادت اللہ یہ جاری ہے کہ جب کوئی بھی رحمت بھیجتا ہوتی ہے تو رب تعالیٰ محبوب سے فرماتا ہے کہ پیارے تم پہ یہ ہم سے ان کے لئے مانگو تب ہم بھیجیں۔ اس لئے فرمایا گیا کہ تم ان کے حق میں دعا کرو۔

ع: تیری رضا حلیف قضا و قدر کی ہے

وہ اس پر بھی قادر تھا کہ بغیر دعائے محبوب نازل فرماتا، مگر نہیں بلکہ فرماتا ہے کہ تم دعا کرو تو ہم رحمت کریں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ ہر جمعہ اور دو شنبہ کو تمام اعمال ثلثہ اعمال ہماری بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ہم سب کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا فرماتے ہیں اب بھی یہ اعمال کی پیشی کس لئے ہوتی ہے اسی لئے کہ قبول کی شرط دعائے محبوب ہے۔ پانچویں اس طرح کہ صحابہ کرام کو حضور علیہ السلام کی دعا سے چین آتا تھا۔

ان کا مبارک نام بھی بے چین دل کا چین ہے جو مریض لا دوا اُسکی دوا یہ ہی تو ہیں انسان تو پھر بھی عقل رکھتا ہے۔ آپ کی ذات سے آپ کے کلام سے تو اونٹ ہرن اور سوکھی لکڑیاں چین پاتی ہیں۔ حناہ ستون فراق میں رویا اونٹ نے مالک کی شکایت کی۔ ہرنی شکاری کے جال میں پھنس گئی اس نے حضور علیہ السلام سے شکایت کی کہ میرے بچے بھوکے ہیں۔ اگر کچھ دیر کیلئے اجازت مل جاوے تو بچوں کو دودھ پلا کر ابھی حاضر ہوتی ہوں۔ دیکھو شکوہ شریف اور ہرنی کا واقعہ دیکھو شرح دلائل النیرات حزب دوم یوم شنبہ۔ غرض کہ آپ کی ذات پاک تمام مخلوق کے دل کا چین ہے جس کو ان کے نام سے چین نہ آوے وہ اپنی فطرت سے گر گیا۔ جیسے کہ بخار والا میٹھی چیز کو کڑوی محسوس کرتا ہے۔ آیت ۴۰: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ، رکوع ۱۶) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے ہیں تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت چاہنے والے ہیں۔

مسلمانوں پر بہت کرم والے مہربان ہیں۔

یہ آیت کریمہ کیا ہے حضور علیہ السلام کی نعت کا گنجینہ ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام کا میلاد پاک ارشاد ہوا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا ذکر کرنا ہی تو میلاد ہے۔ تمام لوگ حضور علیہ السلام کا دنیا میں آنا جانتے تھے۔ پھر جانی ہوئی چیز کیوں بیان فرمایا۔ اس لئے کہ اس سے ولادت کا ذکر ہوا اور حضور علیہ السلام کی عزت کا اظہار اور پیغمبروں نے بھی اپنی امتوں کے سامنے حضور کے آنے کی بشارت دی تھی معلوم ہوا کہ میلاد پاک سنت الہیہ اور سنت انبیاء ہے۔

اس آیت میں حضور علیہ السلام کے چھ وصف بیان ہوئے (۱) رسول (۲) تم میں سے (۳) ان تمہاری تکلیف بھاری پڑتی ہے (۴) تم پر حریص ہیں (۵) مسلمانوں پر رؤف (۶) رحیم ہیں۔ رسول کی تشریف آوری ماننا اسی پر تو ایمان کا دار و مدار ہے بشر یا اپنا مثل اور بھائی ماننے سے کوئی مسلمان نہیں ہوتا، بولہب نے بھتچہ ہونے کی وجہ سے ولادت کی خوشی منائی اور ابوطالب نے بھی اسی رشتہ کی وجہ سے خدمت کی۔ اگر رسول ہونے کی وجہ سے یہ کام کرتے تو مسلمان اور صحابی ہوتے۔ اس لئے یہاں رسولؐ فرمایا گیا۔

یہاں **دَسُّوْلٌ** فرمایا اور آیت معراج میں بعدہ فرمایا۔ کیونکہ حضور رب کی بارگاہ میں شانِ بندگی سے حاضر ہوئے ہمارے پاس پیغمبری کی شان سے تشریف لائے گئے بندے ہو کر آئے رسولؐ نور برہان، نعمت اللہ ہو کر، موقع کے مطابق القاب بولے جاتے ہیں۔ جو شخص انھیں بندہ کہہ کر پکارے وہ الہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کو بیٹا کہہ کر پکارے یا تو رسول کے معنی ہیں بڑا رسول یا وہ رسول یعنی یشاق والا پیغمبر من افسکم میں وقت راتیں ہیں ایک توف کا زبر اور دوسرے ف کا پیش۔ اگر زبر پڑھا جاوے تو معنے ہوں گے تم میں سے نفیس ترین اور بہترین جماعت میں آئے۔ اور واقعہ ہے کہ تمام دنیا میں عرب افضل، عرب میں قریش بہتر اور قریش میں بنی ہاشم حضور علیہ السلام بنی ہاشم میں پیدا ہوئے اسی طرح تمام زبانوں میں عربی زبان بہتر کیونکہ عربی میں قرآن آیا اور بعد موت تمامین کی زبان عربی ہے جنت والوں کی زبان عربی اور حضور علیہ السلام کی زبان بھی عربی ہے۔

نیز تمام دنیا کے شہروں میں مکہ معظمہ اعلیٰ شہر وہی حضور علیہ السلام کا ولادت گاہ اسی طرح تمام نسبوں میں حضور علیہ السلام کا نسب پاک نہایت پاک اور ستھرا از آدم تا حضرت عبداللہ کوئی زانی نہ گذرا حضور علیہ السلام ہر زمانہ میں بہترین لوگوں کی پیشانیوں میں جلوہ گر رہے جیسا کہ جیسا کہ مشکوٰۃ باب فضائل سیۃ المرسلین کی پہلی حدیث میں ہے۔

اسی طرح حضور علیہ السلام کے سارے آبا و اجداد میں از آدم تا حضرت عبداللہ کوئی بھی مشرک اور

بست پرست نگذرا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آذر نہیں بلکہ تاریخ میں ان کو حضرت ابراہیم کا والد فرمایا بمعنی چچا۔ اسی طرح حدیث پاک میں جو آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اِنِّ اَبْسَى وَاَبْسَاکَ فِی النَّارِ یعنی تمہارا اور میرا باپ جہنم میں ہے اس میں بھی ابی سے مراد چچا ابو طالب ہیں۔

مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی والدہ طاہرہ آمنہ خاتون کے مزار پاک پر گئے اور بہت روئے اور فرمایا کہ ہم نے والدہ کی قبر کی اجازت چاہی مل گئی۔ مگر اجازت چاہی کہ والدہ کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اس سے منع کر دیا گیا۔

اس حدیث کی وجہ سے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ معاذ اللہ مومن نہ تھیں مگر یہ قول صحیح نہیں اس لئے کہ رونا تو والدہ کے فراق میں ہے۔ اس سے ان کا کفر ثابت نہیں ہوتا اور مغفرت کی دعا سے رب کا منع فرمانا وہ اس لئے ہے کہ دعائے مغفرت گنہگار کے لئے کی جاتی ہے اور وہ گنہگار نہیں ہیں اسی لئے بچے کے جنازے کی نماز میں اس کو دعا نہیں کرتے گنہگار تو وہ ہے جس کے پاس نبی کے احکام پہنچیں اور وہ ان کے خلاف کرے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ خاتون نے حضور علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ نہ پایا اور پہلے پیغمبروں کے دین بدل چکے تھے ان کی تعلیم غائب ہو چکی تھی اب وہ عمل کس پر کرتے؟ اس سے معلوم ہوا کہ وہ بے گناہ تھیں اور دعا گنہگار کے لئے ہوتی ہے۔ اگر معاذ اللہ وہ کافر ہوتیں تو حضور علیہ السلام کو ان کی قبر کی زیارت کی اجازت نہ ملتی۔ کیونکہ کفار کی قبروں کی زیارت کرنا بھی حرام ہے قرآن فرماتا ہے اَلَا تَقْعَمُ عَلٰی قُبْرِہٖ اَنْھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ اے محبوب ان کفار و منافقین کی قبروں پر آپ کھڑے بھی نہ ہوں انہوں نے اللہ و رسول کا کفر کیا۔ بہر حال یہ ماننا ہوگا کہ حضرت آمنہ و عبداللہ مومن تھے کافر نہ تھے۔

ایک تحقیق یہ رہ گئی کہ آخر وہ کس دین پر تھیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ان کی زندگی میں اسلام دنیا میں نہ آیا تھا اور دوسرے انبیاء کے دین مٹ چکے تھے ان کو اصحابِ فترۃ کہتے ہیں ان کے لئے صرف توحید کا عقیدہ یعنی بت پرستی نہ کرنا اور اللہ کو ایک ماننا کافی ہے۔

حضرت آمنہ خاتون اور حضرت عبداللہ بھی ان ہی میں سے تھے اور اسی پر ان کا انتقال ہوا پھر حجۃ الوداع میں حضور علیہ السلام نے ان دونوں صاحبوں کو زندہ فرما کر ان کو شرفِ باسلام کیا لہٰذا اب اس کے متعلق علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے رسالے لکھے ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ نے ایک کتاب لکھی، شمول الاسلام لایاء الکرام۔

جس مچھلی کے شکم میں یونس علیہ السلام رہے۔ اس مچھلی کا شکم عرش سے افضل، کیونکہ اس میں ایک نبی

کو معراج ہوئی مثنوی میں ہے۔

زالکہ قرب حق بروں از صاحب

شان من بالا و شان ایشیب

اسی طرح حضور علیہ السلام کے صحابہ تمام پیغمبروں کے صحابہ سے افضل ہیں، آپ کے اہل بیت تمام پیغمبروں کے گھر والوں سے بڑھ کر، آپ کا زمانہ پاک تمام زمانوں سے افضل، اور آپ کی ولادت پاک کا دن یعنی دوشنبہ بعض اماموں کے نزدیک تمام دنوں سے بہتر، آپ کی پیدائش پاک کا مہینہ ربیع الاول سال کے بہت سے مہینوں سے افضل، آپ کی قبر انور کی وہ زمین جس سے جسم شریف ملا ہوا ہے، کعبہ معظمہ اور فرش و عرش و کرسی سے افضل دیکھو شامی باب الحج۔

غرض کہ جس چیز کو حضور علیہ السلام سے نسبت ہوگئی وہ افضل، فقہانے ایک بحث کی ہے کہ تمام پانیوں میں سے کونسا پانی افضل ہے، بعض نے کہا ہے آپ زمزم، مگر بعض فرماتے ہیں کہ سب سے بہتر وہ پانی ہے جو کہ ایک جنگ کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک پیالے میں ہاتھ رکھ دیا اور آپ کی انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا، یہ پانی تمام پانیوں سے افضل ہے، کیونکہ زمزم حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم سے پیدا ہوا، اور یہ پانی سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے۔ اسی طرح جس کھانے میں حضرت جابر کے یہاں حضور علیہ السلام نے اپنا منہ کا لعاب ڈال دیا وہ کھانا تمام کھانوں سے افضل ہے۔ دوسری قرأت میں ہے: **اَنْفُسُكُمْ** یعنی فٹ کا پیش ہو تو اس کے معنی ہوئے تمہاری نفسوں میں سے، یعنی تم میں سے نبی آئے یعنی یہ نبی فرشتوں یا جنات یا غیر عرب میں نہ آئے بلکہ انسانوں میں آئے جس سے قیامت تک نسل انسانی فخر کرے گی اور عرب میں تشریف لائے جس سے کہ عرب تمام میں ممتاز ہو گیا۔ یہ مطلب کہ ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسا روح کا آنا قالب میں کہ ہر وقت جسم میں رہتی ہے مگر نگاہ سے غائب۔ اسی طرح اے مسلمانو وہ تمہارے دل میں رہتے ہیں تمہارے خیال میں ہیں۔ مگر نگاہوں سے غائب ہیں۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جاں

ہیں مجھ میں لیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اب جو آگے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہاری مشقت اُن پر بھاری ہے۔ یعنی تمہاری تکلیف سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اس کا مطلب بالکل ظاہر ہو گیا کہ جب وہ تم میں ایسے آئے جیسے کہ قالب میں جاں تو جسم کے ہر عضو کی تکلیف سے روح کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان کی تکلیف سے ان کو تکلیف ہوتی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کے ہر حال سے ہر وقت خبردار ہیں ورنہ ہماری تکلیف سے ان کو بے چینی کس طرح ہو سکتی ہے۔

جس آئے کھم سے معلوم ہوا کہ تمام جگہ حضور علیہ السلام تشریف لائے حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا اور

یہاں یہ نہ فرمایا گیا کہ کہاں سے تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ وہاں سے آئے جہاں کہ کہاں بھی نہیں یعنی لا مکان سے آئے مکان میں آئے قرب حق سے آئے اور قرب حق میں لاکھوں سال رہے۔
نکتہ: رب خود چھپا رہا مگر محبوب کو بھیج دیا کیونکہ ظاہر پر مخالف و موافق کی نگاہ پڑتی ہے اور اغیار کو دکھانا منظور نہیں۔

معشوق عیاں بے گذر و بر تو لیکن اغیار بھی بیندازیں بستہ حجاب است

ذاتِ مصطفیٰ عظمت الہی کے لئے ڈھال کی مثل ہے کہ کام تو رب کام کرتے ہیں مگر اس پر مصائب خود جھیلنے ہیں۔ رب نے پردہ سے یہ تو فرما دیا کہ جو میرے حبیب کو ایذا دے گا اس سے بدلہ لوں گا۔ مگر ظاہر نہ ہوا خیر نص "عَلَّكُم" کے معنی یہ ہیں کہ تو اپنی اولاد کے آرام کا حریص ہوتا ہے، کوئی اپنی عزت کا کوئی پیسہ کا۔ کوئی کسی اور چیز کا۔ مگر محبوب علیہ السلام نہ اولاد کے نہ اپنے آرام کے تمہارے حریص ہیں اسی لئے ولادت پاک کے موقع پر ہم کو یاد کیا۔ معراج میں ہماری فکر رکھی، بروقت وفات ہم کو یاد فرمایا، قبر میں جب رکھا گیا تو عبد اللہ ابن عباس نے دیکھا کہ لب پاک مل رہے ہیں غور سے سنا تو امت کی شفاعت ہو رہی ہے رات رات بھر جاگ کرامت کے لئے رور و کر دعائیں کرتے ہیں کہ خدایا اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو عزیز اور شکیم ہے۔

قیامت میں سب کو اپنی اپنی جان کی فکر ہوگی، مگر محبوب علیہ السلام کو جہاں کی۔ سب بنی نفسی فرمائیں اور محبوب علیہ السلام امتی امتی صلی اللہ تعالیٰ علی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

آیت ۴۱: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ (پارہ ۱۱: سورہ یونس رکوع ۱۱) تم فرماؤ کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آگیا۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ السلام کی نعت شریف ہے۔ اس لئے کہ اس میں فرمایا ہے کہ تمہارے پاس حق آیا، حق سے مراد تو قرآن ہے یا دین اسلام اور یا خود حضور علیہ السلام کی ذات مبارک، معلوم ہوا کہ حضور کے اسماء میں سے ایک نام حق بھی ہے دوسرے یہ کہ سب تو حق پر ہوتے ہیں اور حضور علیہ السلام خود دوسرا یا حق ہیں جس نے ان کو دیکھا حق کو دیکھا، اور تو مومن ہیں مگر حضور علیہ السلام ایمان ہیں اور تو عارف ہیں، مگر حضور علیہ السلام عرفان ہیں اور تو عالم ہیں، حضور علیہ السلام ہر پال علم ہیں آپ ہی کے حالات جانتا علم ہے۔

ریاضت نام ہے تیری گلی میں آنے جانے کا

تصور میں ترے رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصلوة

حدیث

باب ۱: اذان کی ابتدا

۲۱۳..... حدیث: حدیث ابن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ میں آئے تو ابتدا میں وقت مقررہ پر از خود جمع ہو جایا کرتے تھے اور نماز پڑھ لیا کرتے تھے اذان نہیں دی جاتی تھی۔ پھر ایک دن اس کے متعلق مسلمانوں نے آپس میں گفتگو کی (کہ اطلاع کا کوئی انتظام ہونا چاہیے) چنانچہ بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ نصاریٰ کے ناقوس (گھنٹھے) کی مانند ناقوس بجایا جائے۔ کچھ نے کہا کہ نہیں یہود کے سنگھ (ترنگھا) کی مانند بجایا جائے حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ایک آدمی مقرر کر دیا جائے جو نماز کی منادی کر دیا کرے یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ سے کہا: اٹھو! نماز کا اعلان کر دو۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۱۰ باب بدء الاذان

باب ۲: اذان کے کلمات دو دو مرتبہ اور تکبیر اقامت سوانے

”قد قامت الصلوة“ کے ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔

۲۱۴..... حدیث انسؓ، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں: (نماز کے اعلان کے سلسلہ میں لوگوں نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا پھر اس ضمن میں یہود و نصاریٰ کے طریقوں کا ذکر آیا) کہ وہ یہ کہہ کر (تے ہیں) اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں اور اذان میں (اذان کے کلمات) دو دو مرتبہ کہیں اور اقامت کے لئے (یہی کلمے) ایک ایک مرتبہ کہیں۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب ۱۰ باب بدء الاذان

باب ۳: اذان سننے والا بھی وہی کلمات دہرائے جو مؤذن

کہتا ہے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجے اور آپ کیلئے ”وسیلہ“ کی دعا مانگے۔

۲۱۵..... حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم اذان سنو وہی کلمات کو جو موزن کہتا ہے:

البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۷ ما یقول اذا سمع المنادی

باب ۸..... اذان کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ اذان سن کر شیطان بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔

۲۱۶..... حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے اور (خوف و دہشت کی وجہ سے) اس کی ”ہوا“ خارج ہوتی جاتی ہے اور اتنی دور چلا جاتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ختم ہو جاتی ہے پھر لوٹ کر آتا ہے پھر جب ”اقامت“ کہی جاتی ہے تو پھر پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہو جاتی ہے دوبارہ واپس آ جاتا ہے اور انسان کے دل میں وسوسے پیدا کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے ”یہ“ یا ”وہ“ یاد کر یعنی ہر وہ بات جو اسے پہلے یاد نہیں تھی (نماز میں کھڑے ہوتے ہی اسے یاد دلانے لگتا ہے) نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (اس شیطانی چکر میں الجھ کر انسان کو) یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔

البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۴ فضل التاذین

نماز میں ہر دفعہ جھکنے اور اٹھنے کے موقع پر اللہ اکبر کہنے

اور رکوع سے اٹھتے وقت ”سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ“ کہنے کا ثبوت

۲۱۹..... حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہؓ نماز پڑھاتے وقت جب جھکتے تھے یا اوپر اٹھتے وقت اللہ اکبر کہا کرتے تھے اور سلام پھیرنے کے بعد آپ نے کہا تھا: میری نماز تم سب لوگوں کے مقابلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۱۱ اتمام التكبير فی الركوع

۲۲۰..... حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرماتے تھے تو کھڑے ہوتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جب رکوع میں جاتے تو پھر اللہ اکبر کہتے لیکن جب رکوع سے اٹھتے تو ”سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ“ کہتے اور پھر کھڑے کھڑے ”ربنا لک الحمد“ کہا کرتے تھے۔ پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے میں چلے جاتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو پھر

اللہ اکبر کہتے پھر دوبارہ جہدے میں جاتے وقت اللہ اکبر کہتے اور جہدے سے سر اٹھاتے وقت بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور اسی طرح آپ پوری نماز میں کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز ختم فرماتے اور دو رکعت کے بعد جب قعدہ اولیٰ سے اٹھتے تھے اس وقت بھی اللہ اکبر کہا کرتے تھے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۱۱۷ التکبیر اذا قام من السجود
۲۲۱: حدیث: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مطرف بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن
حصین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضرت علی جب جہدے میں جاتے تھے تب بھی اللہ
اکبر کہتے تھے اور جب جہدے سے سر اٹھاتے تھے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور جب دو رکعت
پوری کرنے کے بعد اٹھتے تب بھی اللہ اکبر کہتے تھے جب نماز ختم ہو گئی تو عمران بن حصین نے میر
ہاتھ پکڑ کر مجھ سے کہا: آج کی نماز نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد کرا دی۔ یا آپ نے یہ الفاظ
کہے تھے: حضرت علی نے ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۱۱۶ اتمام التکبیر فی السجود
باب ۱۱: ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اگر
سورہ فاتحہ اچھی طرح نہ پڑھ سکے اور اس کا سیکھنا بھی ممکن نہ
ہو تو پھر قرآن مجید میں سے جو ممکن ہو پڑھ لے۔
۲۲۲: حدیث: عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ: حضرت عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۹۵ وجوب القراءة للامام والمأموم فی الصلوات کما
۲۲۳: حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں: نماز کی ہر رکعت میں قرأت کرنا چاہیے
جن نمازوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنا کر قرأت فرمائی ان میں ہم نے بھی تم کو سنا کر (بلند آواز
سے) پڑھا اور جن نمازوں میں آپ نے (آہستہ پڑھ کر) ہم سے چھپایا ان میں ہم بھی (آہستہ
پڑھ کر) تم سے چھپاتے ہیں۔ (نماز میں) سورہ فاتحہ پڑھ کر مزید قرآن نہ پڑھا جائے تو کافی ہے
(نماز ہو جاتی ہے) اور اگر مزید قرآن پڑھے تو بہتر ہے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۱۰۴ القراءة فی الفجر
۲۲۴: حدیث: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں
تشریف لائے اسی وقت ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو سلام کیا۔ آپ نے اسے سلام کا جواب دیکر فرمایا: جاؤ نماز (دوبارہ پڑھو) کیونکہ تم نے نماز نہیں

پڑھی۔ اس شخص نے جا کر پھر نماز پڑھی اور واپس آ کر آپ کو سلام کیا۔ آپ نے پھر وہی الفاظ دہرائے کہ جاؤ نماز ادا کرو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اسی طرح تین مرتبہ وہ شخص نماز پڑھ کر آیا اور آپ اسے ہر مرتبہ فرماتے رہے کہ جاؤ پھر نماز ادا کرو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ بالآخر اس شخص نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول برحق بنا کر بھیجا ہے میں نماز کا اس سے بہتر طریقہ نہیں جانتا لہذا آپ مجھے سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو پہلے ”اللہ اکبر“ کہو پھر جتنا قرآن تم بآسانی پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر رکوع میں اطمینان حاصل ہو جائے تو رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اس کے بعد سجدے کرو اور جب سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے تو سجدے سے سر اٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ (جب قعدے میں اطمینان حاصل ہو جائے) تو دوبارہ سجدہ کرو حتیٰ کہ تم کو سجدے میں اطمینان حاصل ہو جائے (یہ ایک رکعت ہوئی) پھر اپنی پوری نماز اسی طرح کیا کرو۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الا، ذان: باب ۱۲۲ امر النبی ﷺ الذی لا یتیم رکوعہ بالاعادة

باب ۱۳: بِسْمِ اللّٰہِ کو (نماز میں) بلند آواز سے نہ پڑھنے کی دلیل

۲۲۵: حدیث: انس رضی اللہ عنہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت

عمرؓ نماز کی ابتدا الحمد للہ رب العالمین سے کیا کرتے تھے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الا، ذان: باب ۸۹ ما یقول التکبیر

باب ۱۶: نماز میں تشهد پڑھنے کا بیان

۲۲۶: حدیث: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ابتدا میں جب ہم

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو کہا کرتے تھے: السلام علی النبی علی عبادہ السلام علی جبرئیل

السلام علی میکائیل السلام علی فلان۔ ”بندوں سے پہلے اللہ پر سلام، میکائیل پر سلام اور فلان شخص پر سلام

وغیرہ۔“ پھر (ایک دن) نماز سے فارغ ہو کر حضرت نبی اکرم ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اللہ

تعالیٰ تو خوشام ہے اور اس لیے تم جب (تشہد کے لیے) نماز میں بیٹھا کرو تو اس طرح کہا کرو: اَللّٰہُ حَیُّ

لِلہِ وَ الصَّلٰوٰتُ وَ الطَّیِّبٰتُ السَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّہَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہُ السَّلَامُ عَلَیْنَا وَ

عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ کیوں کہ جب اس طرح سلام بھیجا جائے گا تو زمین و آسمان میں اللہ کے جتنے

صالح بندے موجود ہیں سب پر سلام پہنچے جائے گا! (اس کے بعد کہو) اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَ رَسُوْلُہُ یہ پڑھنے کے بعد جو دعا اللہ سے مانگنا چاہے مانگے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۷۹ الاستیذان: باب ۳ السلام اسم من اسماء اللہ تعالیٰ

باب ۱۷: تشهد کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا طریقہ

۲۲۷۔ حدیث کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ عبد الرحمن بن ابوللی بیان کرتے ہیں کہ مجھے کعب بن عجرہ ملے اور کہنے لگے: میں تم کو وہ حدیث تحفہ دل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنی ہے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں ضرور دیجئے! چنانچہ انھوں نے وہ تحفہ مجھے دیا۔ انھوں نے بیان کیا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر اور اہل بیت پر سلام بھیجنے کا طریقہ تو سکھا دیا ہے، ہم آپ پر اور اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ

اخرجه البخاری فی: کتاب ۶۰ النبیا: باب ۱۰ حد ثنا موسیٰ بن اسمعیل ۲۲۸۔ حدیث ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ: حضرت ابو حمید بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر درود کس طرح بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح کہو: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّیَّتِهِ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَ مُحَمَّدٍ وَ اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّیَّتِهِ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ اِنَّکَ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ

اخرجه البخاری فی: کتاب ۶۰ النبیا: باب ۱۰ حد ثنا موسیٰ بن اسمعیل باب ۱۸: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور آمین کہنے کا بیان ۲۲۹۔ حدیث۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمَدَهُ کہے تو سب (مقتدی) ”رَبَّنَا وَ لَکَ الْحَمْدُ“ کہو: اس لیے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول سے مطابق ہو گیا اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو گئے

اخرجه البخاری فی: کتاب ۶۰ الاذان: باب ۱۲۵ فضل اللّٰہم ربّنا و لک الحمد ۲۳۰۔ حدیث۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص آمین کہتا ہے تو اس کے ساتھ ہی آسمان پر ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پھر تمہاری اور ان کی آمین باہم ہم آہنگ ہو جاتی ہے اور کہنے والے کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۶۰ الاذان: باب ۱۲۵ فضل اللّٰہم ربّنا و لک الحمد ۲۳۱۔ حدیث۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام (نماز پڑھاتے وقت) کہے ”غیر المغضوب علیہم ولا الضالّین“ تو سب آمین کہو اس لیے کہ جس کا (آمین) کہنا ملائکہ کے (آمین) کہنے سے مطابقت کھا جائے گا اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اخرجه البخاری فی: کتاب ۱۰ الاذان: باب ۱۱۳ جهر العاموم بالتامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سر الاسرار۔ رازوں کے راز

از: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی

ترجمہ: علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری

جسمانی شہر رو حانی دکان

جسم کے شہر میں روحانی دکان پائی جاتی ہے جس کا سودا سلف سینہ اور ظاہری اعضاء ہیں اور اس کی ”آمدنی“ شریعت ہے اور اس کی تجارت احکام شریعہ پر عمل کرنا ہے جسے اللہ رب العزت نے اپنے بندوں پر فرض ٹھرایا ہے اور ان اعمال میں شرک کا شبہ تک نہ داخل ہونے پائے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدٌ (الکھف پ ۱۱۶ آیت ۱۱۰)

اللہ یکتا ہے اور یکتائی کو ہی پسند کرتا ہے۔ یعنی ایسے اعمال جو ریہ۔ سمعہ تکلف بناوٹ اور ریہ سے صاف و پاک ہوں۔ کیونکہ ولایت کشف و کرامات سے بھی عبارت ہے۔ اس لئے پانی پر چلنا ہوا میں اڑنا آنا فنا ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جانا دور دراز سے سن لینا اور باطن میں پوشیدہ رازوں کا جاننا اور ظاہر کرنا وغیرہ یہ اہل معرفت کے نزدیک ولایت سے نہیں بلکہ دہانیت کے درجات سے ہے۔ گو عالم آخرت میں ان اعمال کا منافع جنت حوریں اور محلات عثمان شہزاد اور دیگر نعمتیں ہیں۔ جو کبھی پہلی ہی جنت کا ساز و سامان ہیں۔ جسے جنت ملائی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

روحانی شہر اور رو حانی دکان

روح روانی کا مقام قلب ہے اور اس کا مال و متاع (ساز و سامان) علم طریقت ہے۔ اور اس کی تجارت بارہ اسمائے اصول میں سے پہلی چار اسمائے گرامی کے ذکر میں مشغول ہونا ہے۔ ایسے کہ حروف و صوت کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قُلْ اِذْ غَوَّ اللّٰهُ اَوَاذِ غَوِّ الرَّحْمٰنِ اِيْمًا تَدْعُوْهُ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (بنی اسرائیل پ ۱۱۵ آیت ۱۱۰)

میرے حبیب آپ فرمائیے کہ اللہ اللہ کہہ کر پکارو! یا رحمن سے کبھی اچھے نام اسی کے ہیں جو چاہو پکارو!

نیز ارشاد ہوا۔ وَلِلّٰهِ اِلَٰهَ السَّمٰوٰتِ الْحُسْنٰی فَاذْعُوْهُ (سورہ اعراف: ۱۸۰) اور بہت ہی اچھے نام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں پس تم ان سے ہی اسے پکارو!

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اسمائے حسنی و ظریفہ قلبی ہے جو علم باطنی کا مقام ہے اور اسمائے الہیہ کی معرفت کا سبب توحید کا ثمرہ ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی تِسْعَةَ "وَتَسْعُوْنَ اَسْمَاءُ" مَنْ اَخْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نواۓ اسمائے گرامی ہیں جس نے انہیں محفوظ (یاد) کر لیا وہ جنتی ہے نیز فرمایا اللہ ایک حرف ہے اور اس کا تکرار کرنا ہزار حرف ہیں (یعنی بار بار اس لفظ کو پڑھنا ثواب میں ہزار گنا بڑھ جائیگا)۔ نیز گنتی سے مقصد ہے کہ انسان ان اسماء کے ساتھ موصوف ہونے کی کوشش کرے۔ اور یہ بارہ اسمائے گرامی ہیں کلمہ توحید کے بارہ حروف کے برابر ہیں جنہیں اسمائے اصول سے تعبیر کرتے ہیں۔ اصول بمعنی اصل یعنی بنیاد گویا کہ ان اسماء کی مختلف قلبی ہیئت میں ہر حرف کیلئے ایک اسم ثابت ہے اور ہر عالم کیلئے تین اسم ہیں۔ اور اللہ رب العزت ان پر اہل محبت کے دلوں کو استحکام بخشتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (ابراہیم پ ۳ آیت ۷۲) اللہ اہل ایمان کو دینی و دنیوی زندگی میں حق و صداقت پر ثابت قدم رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ شہر توحید جس کی جڑ ساتویں زمین سے بھی نیچے ہے۔ بلکہ اس سے بھی نیچے جو مقام ثری ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں عرش اعظم سے بھی برتر ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ كَسَّحَجْرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ۔

(ابراہیم پ ۱۳ آیت ۲۴)

اس کی مثال تو ایک شہر طیب کی ہے جس کی جڑ زمین اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ روح روائی کے فیوض حیات قلبی سے ہیں۔

روح روائی کی زندگی یعنی زندہ دلی اسے عالم ملکوت میں مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یعنی جنت اور جنتیوں کے معمولات ملائکہ اور دیگر انوار و تجلیات کو دیکھ لیتا ہے نیز وہ اسماء جو بالصوت و حروف ہوتے ہیں انہیں ملاحظہ کر لیتا ہے اور پھر زبان حال سے قیل و قال ہو جاتا ہے یعنی وہ باطنی طور پر گفتگو کا اہل بن جاتا ہے۔ اور پھر آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوسری جنت میں ہوتا ہے۔ جسے جنت النعیم کہا جاتا ہے۔

روح سلطانی:

دکان روح سلطانی کا مقام دل ہیں اور انکی دولت منافع معرفت اور ان کا تعلق دل کی زبان سے ہے۔ جس کا ذکر دائمی چار متوسط اسماء سے ہے چنانچہ نبی کریم ﷺ بفر صا دق جناب احمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں۔

الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ بِاللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ عِلْمٌ كِي وَتَسْمِيَتَيْنِ هِيَ - ایک علم وہ ہے جس کا تعلق زبان سے ہے اور یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی محبت ہے - وَ عِلْمٌ بِالْبَحْنِ أَوْ ذَلِكِ الْعِلْمُ النَّافِعُ لِأَنَّ أَكْثَرَ الْمَنَافِعِ لِأَنَّ الْعِلْمَ فِي هَذِهِ الدَّائِرَةِ وَدَوْرِهِ عِلْمٌ جَسَدِيٌّ قَلْبِيٌّ دَلَّ عَلَى هَذَا عِلْمٌ بِمَا يَنْفَعُ هِيَ كَيْونَكَ اس کے فوائد کا دائرہ بہت وسیع ہے اور فوائد کثیر ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں قرآن کے ظاہر الفاظ و معانی بھی ہیں اور پوشیدہ و باطنی بھی اسکے اسرار و رموز ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو دس باطنی اسرار پر نازل فرمایا اور ہر ایک نہایت نافع اور مفید ترین ہے اور وہی اسرار و رموز مغز قرآن حکیم ہیں۔

بارہ اسمائے اصول:

یہ بارہ اسمائے اصول ان بارہ چشموں کی مثال ہیں جو حضرت موسیٰ کے عصا مبارک کی ضرب سے جاری ہوئے تھے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ نَسْرًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَنَاصِرَهُمْ (سورۃ البقرہ آیت ۶۰) پس ہم نے فرمایا: اپنے عصا کو پتھر پر ماریں۔ (پس انہوں نے وہ عصا پتھر پر مارا) تو بارہ چشمے جاری ہو گئے اور پھر ہر جماعت نے اپنے مشرب (گھاٹ) کو پہچان لیا۔

علم ظاہری عارضی یا رش کی طرح ہے اور علم باطنی اصلی چشمہ کی مثل ہے کیونکہ یہ علوم ظاہری کی بہ نسبت زیادہ نفع رساں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کیلئے مردہ زمین نشانی ہے۔ ہم نے اس کو زندہ کیا پھر اس سے غلے پیدا فرمایا جو انسانی زندگی کیلئے قوت بخش ہے نیز جانداروں کے اندر بھی ایسی غذا پیدا فرمائی جو ارواح کی روحانی قوت کا باعث ہے۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں جو چالیس دن تک اللہ تعالیٰ کی خلوص قلب سے عبادت کرے گا اور اس میں کسی قسم کی ریا کاری و بناوٹ کا دخل نہیں ہوگا تو اس کے دل سے حکمت و دانش کے چشمے پھوٹیں گے۔ جس کا وہ اپنی زبان سے برملا اظہار کرے گا۔ اور پھر روح سلطانی کی تجارت کا نفع عکس جمال خداوندی کی رویت ہے چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے۔

مَّا كَذَّبَ الْفُتُوذُ مَنَازِلِي (النجم پ ۲۷ آیت ۱۱) نبی کریم ﷺ نے جو کچھ (شب معراج) اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا دل نے اس کی تصدیق کی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ الْمُؤْمِنُ مِرْوَاةُ الْمُؤْمِنِ مومن مومن کا آئینہ ہے۔ پہلے کلمہ مومن سے ایمان آدنی مراد ہے اور دوسرے کلمہ مومن سے ذات الہیہ مراد ہے۔ جیسے کہ اللہ کا ارشاد ہے۔ الْمُؤْمِنُ الْمُتَّقِي (الحشر ۲۸ آیت ۲۳) اللہ ایمان عطا فرمانے والا ہے۔ اور وہی ایمان کی حفاظت بھی فرمانے والا ہے۔ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نام ہیں۔ اور اس

جماعت کا ٹھکانہ تیسری جنت الفردوس کہتے ہیں۔

روح قدسی: روح قدسی کی تجارت کا مرکز مقام سر ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَإِنْ تَجَهَّرَ بِأَقْوَلِ فَإِنَّهُ يُعَلِّمُ السِّرَّ وَأَخْفَى** (طہ پ ۱۶ آیت ۷) اور اگر تو بآواز بلند بات کرے بیشک وہ جانتا ہے بلکہ وہ بھی جانتا ہے ہو جو پوشیدہ اور بہت ہی پوشیدہ ہو پس اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس پر کوئی مطلق نہیں ہوتا اور اس کا منافع طفل معانی کے ظہور پر ہے اور اس کا مشاہدہ و معائنہ سری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صورت کو دیکھنا ہے جس دن بعض چہرے تروتازہ ہونگے اپنے پروردگار کی بے پردہ و بلا تشبیہ اور بے کیف زیارت کی سعادت حاصل کرنے سے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَجُوهٌ يُّوَعِّدُ نَاصِرَةً "إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (الدھر پ ۲۳/۲۴) اور پھر وہ ذات کریم بے مثل و بے مثال ہے۔ **لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ "وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ"** (الشوریٰ آیت ۱۱) وہی سميع و بصير ہے۔

جب انسان اپنے مقاصد کو پالیتا ہے تو عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں دل پر حیرت طاری اور زبان گنگ ہو جاتی ہے اور انسان پھر اس کے مشاہدہ کی کیفیت بتانے سے عاجز رہ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تشبیہ و مثلیت کی صورت سے منزہ و متبرہ اور پاک ہے اور علماء کرام پر فرض ہے کہ جب اسرار و رموز سے آگاہ ہوں جو اس مقالہ میں درج ہیں تو ان سے انکار نہ فرمائیں بلکہ عملی مقامات سے سمجھنے کی مساعی کریں اور ان کی کہنہ اور حقیقت پر غور و فکر کریں نیز مقام اعلیٰ علین کی طرف متوجہ ہو کر انتہائی دلجمعی سے حقائق تک پہنچنے کی کوشش کریں۔ تاکہ علم لدنی اور معرفت ذات الہیہ سے بہرہ مند ہوں۔

ماخوذ: اسرار

صدقہ

جب صدقے میں پانچ شرطیں ہوں تو بے شک صدقہ قبول ہوتا ہے۔ ان میں سے دو عطا سے پہلے، دو عطا کے وقت اور ایک بعد میں ہوتی ہے۔ عطا سے پہلے کی دو شرطیں یہ ہیں۔ کہ جو کچھ دے وہ حلال کی کمائی ہو، دوسرے کسی نیک مرد کو دے جو اسے برے کام میں خرچ نہ کرے۔ عطا کے وقت کی دو شرطیں یہ ہیں کہ اول تو اضع اور ہنسی خوشی سے دے۔ دوسرے پوشیدہ دے۔ بعد کی شرط یہ ہے کہ جو دے اس کا نام تک نہ لے بلکہ بھول جائے۔

(محبوب الہی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معارف شمس و تبریز

از..... حضرت شمس تبریزؒ

”در بیان شان باطنی اہل اللہ“

شعر ۱۰۸ دگر تنہا ست عاشق نیست تنہا کہ با معشوق تنہا یار باشد
ترجمہ و تشریح: کائنات میں ہر شخص تنہا ہے مگر عاشقان حق اپنے باطن میں تعلق مع اللہ کی
 دولت رکھتے ہیں اور وہ ہمہ وقت با خدا ہوتے ہیں۔ صوفی اسی نعمت کو حضور دائم یا دوام حضور کہتے ہیں۔
 تم سا کوئی ہدم کوئی دمساز نہیں ہے باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
 ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربط خفی سے معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے
 (مجدوب)

اہل اللہ اگر مخلوق کے ساتھ بھی مشغول ہوتے ہیں تو اس وقت بھی انہیں حق تعالیٰ کے ساتھ
 استحضار کی کیفیت حاصل رہتی ہے۔ صوفیہ کے نزدیک اس رنگ نسبت کا نام خلوت در انجمن ہے۔
 کچھ اور یہی ہے اب مرے دن رات کا عالم ہر وقت ہے اب ان سے مناجات کا عالم
 ہر لمحہ حیات گذارا ہم نے آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر
شعر ۱۲۳ سوار عشق شورہ میں تدبیر کہ اپ عشق بس رہوار باشد
ترجمہ و تشریح: عشق کی سواری پر بیٹھ کر حق تعالیٰ کا راستہ طے کرو یعنی زہد خشک کے
 بجائے حق تعالیٰ سے والہانہ اور عاشقانہ تعلق پیدا کرو۔

زادہوں پرے اچھالی جائے گی روح ان مردوں میں ڈالی جائے گی
 مطلب یہ کہ زادہوں کو حق تعالیٰ کے عاشقوں سے رابطہ قائم کر کے طریق عشق سے منزل طے
 کرنی چاہئے کیونکہ عشق کا گھوڑا ہی یہ راستہ طے کرنے والا ہوتا ہے۔

حضرت رومیؒ نے مثنوی شریف میں اس مقام کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ۔

سیر زاہد ہر مہے یک روزہ راہ سیر عارف ہر دے تاجت شاہ
ترجمہ : اگر زاہد خشک ہر ماہ میں ایک دن کا راستہ طے کرتا ہے تو عاشقان حق ہر سانس میں
عرش اعظم تک بہ فیض پرواز محبت و درویشی سیر کرتے رہتے ہیں۔
حق تعالیٰ کی محبت کے لئے سالک کو چاہئے کہ اہل محبت کی (یعنی عاشقان حق کی) صحبت میں
بیٹھا کرے۔

اس کامیابی کا راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا راستہ فنایت کاملہ اور عبدیت کاملہ سے طے ہوتا ہے اور
محبت ہی آدمی کے نخوت و خودی کو مٹا دیتی ہے اور خودی کے مٹنے ہی سے خدا ملتا ہے جس طرح چاند روشن
ہوتا ہے اس وقت جب زمین سورج کے سامنے سے ہٹ جائے کیونکہ سورج ہی کی روشنی سے چاند روشن
ہوتا ہے۔ یہ راستہ خودی کا نہیں بخود دی کا ہے۔

بے خودی میں یہ کبھی ممکن نہیں ہو خودی اہل خود کی سر بلند اختر
شیخ کامل کا فیضان بھی اسی طالب پر مکمل ہوتا ہے جو اپنے نفس کو اور رائے کو مٹا کر شیخ کی رائے پر
چلتا ہے۔

جب تک فنائے رائے کی ہمت نہ پائیے کیونکہ آپ اہل عشق کی محفل میں آئیے مولانا محمد احمد صاحب
اور عبادت کا لطف بھی اسی وقت ملتا ہے جب حق تعالیٰ سے محبت کاملہ ہو۔

تری ہر طاعتوں سے لطف جنت زندگی میں ہے
خلش حاصل جو تیرے غم کی میری بندگی میں ہے

اختر

تیز رفتاری عشق

شعر ۱۲۳ بیک ساعت ترا منزل رساند اگرچہ راہ ناہموار باشد
ترجمہ و تشریح : ایک ساعت میں عشق عاشقوں کو منزل تک پہنچاتا ہے اگرچہ راستہ کس
قدر دشوار ہے یعنی خدا کی محبت ہی نفس کی خواہشات کو کچلنا اور احکام الہی کو بجالانا آسان کر دیتی ہے۔
قاعدہ کلیہ ہے کہ محبت ہر تہی کو شیریں بنا دیتی ہے۔

از محبت تلخیا شیریں شود

اور محبت ہی کا کرشمہ ہے کہ جہاد میں مومن اپنا خون بہا کر جان بھی فدا کر دیتا ہے۔

منڈلائے ہوئے جب ہر جانب طوفان ہی طوفان ہوتے ہیں

دیوانے کچھ آگے بڑھتے ہیں اور دست و گریباں ہوتے ہیں

میدان بدر اور دامن کوہ احد کے خاک کے ذرات شہدیوں کے لہو سے تاباں ہو کر بزبان حال

اس مضمون کی تائید کرتے ہیں۔

آنا ہے جو بزم جانناں میں پندار خودی کو توڑ کے آ

اے ہوش و خرد کے دیوانے یاں ہوش و خرد کا کام نہیں

(اصغر)

لوٹ آئے جتنے فرزانے گئے تا بمزول صرف دیوانے گئے

مستند رستے وہی مانے گئے جن سے ہو کے تیرے دیوانے گئے

آہ کو نسبت ہے کچھ عشاق سے آہ نکلی اور پہچانے گئے

اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت اور خوف کا معیار کیا ہے؟ خدائے پاک کی محبت کا مقام زبان رسالت

(صلی اللہ علیہ وسلم) سے

حدیث: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ وَاهْلِيْ وَمِنْ الْمَاءِ الْبَارِدِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے خدا کی محبت کو اس عنوان سے مانگ رہے ہیں کہ اے

اللہ! اپنی محبت مجھے اتنی عطا فرما دیجئے جس سے آپ کی ذات پاک میری جان سے بھی زیادہ

محبوب و عزیز تر ہو جاوے اور میرے اہل و عیال سے بھی زیادہ آپ مجھے محبوب ہوں اور اے خدا

ٹھنڈے پانی سے جو رغبت پیاسے کو ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ آپ کی مجھے رغبت ہو۔

یہ عجیب دعا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ یہ دعا اگر ہم لوگ مانگ لیا کریں تو حق تعالیٰ کی محبت

اسی بلند معیار سے ہم کو عطا ہو جاوے۔ حق تعالیٰ توفیق بخشیں۔ آمین

دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيَّ

اے اللہ میرے قلب میں کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ اپنی محبت عطا فرما دے۔

ایک حدیث میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا آپ جب اہل دنیا کی آنکھیں ٹھنڈی کریں

ان کی دنیاوی نعمتوں سے تو میری آنکھیں اپنی عبادت سے بھٹندی فرما۔
 اسی طرح سے خوف کا معیار بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس کا پتہ
 آپ کی اس دعا سے ملتا ہے کہ اے خدا اپنا خوف مجھے اتنا عطا فرما دیجئے جو تمام کائنات کے اشیاء سے
 زیادہ ہو ایک دعا میں یہ عنوان ہے کہ اے خدا اپنے خوف سے مجھے اتنا حصہ عطا فرما دیجئے جو مجھے آپ کے
 نافرمانی سے روک دے پس معلوم ہوا کہ محبت اور خوف کی مقدار مطلوبہ ضروریہ حاصل کرنا ضروری ہے ورنہ
 اعمال رضا پر عمل کی ہمت اور ناراضگی و غضب کے اعمال سے اجتناب کی توفیق مشکل ہے اور محبت و خوف
 کے یہ مدارج اور ان کی یہ مقدار اہل محبت و اہل خشیت کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

ہمت مرد عاشق

شعر ۱۲۵ علف خواری نہ دارد مرد عاشق کہ جان عاشقان خمار باشد
ترجمہ و تشریح: اہل محبت صرف شکم پروری اور بھوسہ خواری نہیں کرتے کیونکہ
 عاشقوں کی جانیں حق تعالیٰ کی محبت سے مست ہوتی ہیں۔
 مولانا روئے نے اس مضمون کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

معدہ راہم زیر کہ وجوہ زکن خوردن ریحان و گل آغاز کن
 معدہ را خونک بدای ریحان و گل تابایی حکمت و قوت رسل
 ترجمہ: اے لوگو! اپنے معدہ کو چند دن گھاس اور جو سے باز رکھو یعنی التقا و انہماک ان سے
 ہٹا کر ریحان گل کھانا شروع کرو مراد یہ کہ روح کو غذائے ذکر حق وینا شروع کرو تا کہ انبیاء علیہم السلام
 کے علم و حکمت سے تمہیں بھی کچھ حصہ بہ فیضان نبوت عطا ہونے لگے۔

معارف و حقائق عشق

شعر ۱۲۶ ہمہ را بیا ز مودم ز تو خوشترم نیابد چو فردشدم بدریا چو تو گوہرم نیابد
ترجمہ و تشریح: کائنات میں سب کو آزمایا لیکن سب کو ناپائیدار بے وقایا پایا ہاں اے
 محبوب حقیقی! آپ سے خوشتر کسی کو نہ پایا۔ جب دریائے موجودات میں غوطہ لگایا تو وجود کے ہر موتی سے
 سابقہ پڑا لیکن اے واجب الوجود محبوب حقیقی! آپ جیسا گوہر یکتا کوئی نہ پایا۔

شعر ۱۲ رد آسمان درازست پر عشق را سبجاں
 پر عشق چوں کشودی غم نردباں نباشد
 ترجمہ و تشریح: آسمان کا راستہ (راہ حق) دراز ہے اپنے عشق کے پروں کو حرکت دو
 جب تو عشق کے پروں کو کھولے گا تو عشق کا فیض تجھے افلاک پر لے جائیگا اور تجھے میسر ہی نہ ہونے کا غم نہ
 ہوگا۔ عشق حقیقی کی شان یہ ہے کہ عاشق کو محبوب تک پہنچا دیتی ہے۔

روح کو اپنا سا کر کے لے چلی افلاک پر

اللہ اللہ یہ کمال روح جولاں دیکھئے

مراد یہ کہ بیکار بیٹھنے سے اور باتیں بنانے سے خدا نہیں ملتا۔

قدم بایست در طریقت نہ دم کہ اصل ندا ردے بے قدم
 طریقت میں قدم چاہئے نہ صرف دعویٰ کیونکہ بدن عملی قدم کے محض جذبات سے یہ راستہ نہیں
 طے ہوتا۔

کامیابی تو کام سے ہوگی نہ کہ حسن لام سے ہوگی

ذکر کے التزام سے ہوگی فکر کے اہتمام سے ہوگی

بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر

گو نہ نکل سکے مگر پیچھے میں پھر پھرائے جا

کھولیں وہ پانہ کھولیں در اس پہ ہو کیوں تری نظر

تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

مولانا روئی فرماتے ہیں کہ ہر شے اپنے ضد سے بھاگتی ہے پس جب دن روشن ہو ارات کی
 اندھیری کیسے ٹھہر سکتی ہے اور اگر اچیانہ کوئی خطا ہو بھی جاوے گی تو سخت پریشانی ہوگی جس طرح روشنی
 میں رہنے والوں کے گھر کی بجلی چلی جانے سے وحشت ہوتی ہے اور پاؤں پاؤں سے فون کے ذریعہ فریاد
 رہی شروع کر دیتے ہیں اسی طرح اللہ اللہ کرنے والوں سے اگر کبھی کوئی کوتاہی اور خطا صادر ہوتی ہے
 تو فوراً ان کو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کی ذات پاک سے جو سرچشمہ نور اور مرکز نور ہے گناہ کی
 ظلمت و اندھیری دور ہونے اور دوبارہ نور عطا ہونے کی فریاد و گریہ و زاری شروع کر دیتے ہیں اسی کو
 مولانا نے بیان فرمایا ہے۔

بدل سالک ہزاراں غم شود گر زباغ دل خلا لے کم شود

سالک کے باغ دل سے اگر ایک تنکا بھی کم ہوتا ہے تو اس کے قلب پر ہزاروں غم ٹوٹ پڑتے

ہیں۔ احقر کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

میرے دل کو روشنی دیتے نہیں شمس و قمر
کائنات دل کے ہیں کچھ دوسرے شمس و قمر
اے خدا تجھ سے ہی روشن ہیں ہمارے رات دن
اے ہماری کائنات دل کے خورشید و قمر
زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا
عشق کے پر کی تشریح کے لئے مثنوی رومی کا ایک شعر یاد آیا

جاں مجروح گشتہ از غوغائے تن می پردہا پر دل بے پائے تن
عارفین حق کی جانیں جسم کے ہنگاموں سے یکسو ہو کر حق تعالیٰ کی طرف اڑتی رہتی ہیں دل کے
پروں سے بدون جسم کے پاؤں کے۔ پس عارف بیٹھا ہوا بھی سیرانی اللہ کرتا رہتا ہے۔

ماخوذ: معارف شمس و قمر

اقوال زیریں

زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے۔
قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدر حاجت پراکتفا کرنے اور کھانے
پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کو کہتے ہیں۔
صبر لذات نفس سے نکل جانے اور مرغوب و محبوب اشیاء سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔
پیر، تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک پیر خرقہ، دوسرے پیر تعلیم، تیسرے پیر صحبت
جو لوگ خدا کے آگے گ (اردن تسلیم و رضامندی کئے ہوئے ہیں وہ مصیبت و بلا کو بلا
کی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔

دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے جو دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔

(حضرت خواجہ باقی باللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید کے دس اصول

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی

(۱) اللہ عزوجل کی ذات مبارک :-

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے پہچان کرائی اپنے بندوں کی اپنی کتاب میں جو نبی مرسل ﷺ کی زبان مبارک پر نازل کی گئی کہ بے شک واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے نیاز ہے اس کی کوئی ضد نہیں ہے۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی ہم قرین نہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے اس کا آغاز نہیں وہ ازلی ہے اس کا وقت ابتداء نہیں۔ ہمیشہ رہنے والا ہے اس کی آخرت نہیں، دائم ہے اس کی انتہا نہیں، ہمیشہ بزرگی کی صفوں سے موصوف رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ زمانوں کا گزر رنا اسے ختم نہیں کر سکتا اور وقت کا آنا جانا اسے منتہی نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو اول ہے آخر ہے اندر ہے باہر ہے۔

(۲) اللہ عزوجل کی ذات کی تقدس :-

اللہ تعالیٰ جسم نہیں ہے جس کی تصویر کشی کی گئی ہو اور نہ ہی وہ جو ہر محدود ہے۔ اجسام کی طرح وہ تقدیر کا محتاج نہیں اور نہ ہی وہ جسوں کی طرح انقسام اور تجزیے کو قبول کرتا ہے۔ نہ ہی وہ جو ہر تا کہ اس میں جو ہر ٹھکانہ پکڑیں اور نہ ہی وہ عرض ہے تا کہ اس میں اعراض سما جائیں بلکہ اس کی طرح کوئی موجود چیز نہیں اور نہ ہی کوئی چیز اس کی طرح ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کی طرح ہے۔ اور عام جسوں کی طرح اس کی کوئی مقدار نہیں اور نہ ہی اس کی (دائری) قطر میں اور نہ ہی اس کو جہتیں گھیرتی ہیں اور تمام آسمان بھی اسے گھیر نہیں سکتے اور وہ (ذات باری تعالیٰ) عرش پر اسی طرح تشریف فرما ہے جس طرح کہ اس نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے (ثم استوی علی العرش) اور جو معنی مراد لیا وہ یہ ہے کہ اسیا بیٹھنا جو ٹھہراؤ، گھیراؤ، سماؤ اور نقل مکانی سے پاک ہے اور یہ کہ عرش نے اسے اپنے اوپر نہیں اٹھایا ہو بلکہ عرش اور اس کے اٹھانے والے (فرشتے) اس ذات باری کی قدرت کے کرم میں سمائے ہوئے ہیں اور اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ نہ صرف عرش کے اوپر ہے بلکہ ہر چیز کے اوپر حتیٰ کہ ہر رائی کے دانے اور ہر خاک کے دانے کے اوپر۔ اس کی ان اشیاء پر فوقیت و برتری کم و بیش نہیں ہوتی اور اس کی ہر چیز پر برتری آسمان اور عرش کی برتری سے کم نہیں بلکہ وہ عرش پر ایسے ہی درجے پر برتری رکھتا ہے جیسے کہ رائے کے

دانے پر برتری رکھتا ہے اور اس اعتبار سے وہ ہر موجود چیز کے قریب ہے۔ وہ بندے سے اس کی شدہ رنگ سے بھی زیادہ قریب ہے وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے ہے کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب کی طرح نہیں ہے جس طرح کہ اس کی ذات جسموں کی ذاتوں کی طرح نہیں ہے، وہ کسی چیز میں نہیں سماتا اور نہ ہی اس میں کوئی چیز سماتی ہے وہ اس بات سے برتر ہے کہ اسے کوئی جگہ گھیر لے اور اس بات سے پاک ہے کہ اسے کوئی زمانہ محدود کر دے بلکہ وہ تو زمان و مکان کی پیدائش سے قبل بھی تھا اور اب بھی اسی طرح ہے جس طرح کہ پہلے تھا۔ وہ اپنی تمام تجلیاتی صفات کی طرح اس کی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں وہ تخیل اور انتقال سے پاک ہے۔ اسے حوادث زمانہ بے نقاب نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے عارضات ظاہر کر سکتے ہیں بلکہ وہ اپنی بزرگی کی صفوں میں ہر زوال سے پاک اور اپنی صفات کمال میں ہر اضافی تکمیل سے پاک ہے۔ اس کی ذات از روئے عقل موجود ہے اور از روئے عیون والبصار دیکھی گئی ہے۔ صرف ان پر نعمت کے طور پر ج نہایت نیک ہیں یا پھر وہ متصور اس لئے ہے کہ اپنے دیدار عام کی نعمت کو پورا کرے۔

(۳) اللہ عزوجل کی قدرت۔

بے شک وہ زندہ ہے قادر و غالب ہے اتنا طاقتور ہے کہ اس کو کوئی قصور اور عجز لاحق نہیں ہوتا اس نہ اولگھ آتی ہے نہ ٹیند۔ اس کو فنا اور موت عارض نہیں۔ بے شک وہ تمام بادشاہوں کے بادشاہوں کا مالک ہے وہ تمام جہانوں اور فرشتوں کا مالک ہے۔ ساری عزت و قدرت اسی کی ہے۔ اسی کے لئے تمام بادشاہتیں، تمام قہر، تمام پیدائش اور تمام امور کا ذمہ ہے۔ وہی آسمانوں کو اپنے دست قدرت سے لپٹنے والا ہے اور تمام مخلوقات اس کی مغلوب ہیں۔ بے شک وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں واحد و لا شریک ہے۔ تمام پیدائشی اور اختراعی عوامل میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی نے مخلوقات اور ان کے عوامل کو پیدا کیا اور ان کے رزق انہیں مہیا کئے اور ہر چیز ہر کام کا وقت مقرر کیا اس کے قبضے سے کوئی مخلوق کھسک نہیں سکتی اور اس کی قدرت سے تمام امور کو نپٹنا پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک اس کی قدرتوں کا شمار ہی نہیں اور اس کی معلومات کی کوئی حد نہیں۔

(۴) اللہ عزوجل کا علم۔

بے شک وہ تمام معلومات کا جاننے والا ہے۔ احاطہ کرنے والا ہے ان چیزوں کا جو زمینوں کی جڑوں سے لے کر اعلیٰ آسمان تک ہیں۔ زمین و آسمان میں رات کے دانہ کے برابر کوئی چیز اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے بلکہ سخت اندھیری رات میں مضبوط سیاہ پتھر میں خاموشی سے حرکت کرتی ہوئی سیاہ چوٹی کے حالات و حرکات سے واقف ہے بلکہ ہر ذرے کا ہوا میں اڑنا بھی اس کے علم میں ہے وہ ہر راز اور پوشیدگی سے واقف ہے۔ اس کی ذات قدس ضمیروں کی آوازوں پر نظر رکھے ہوئے اور وہ عقلی حرکات اور

پوشیدہ راز بھی جانتا ہے۔ اس کا علم قدیم اور ازلی ہے اور وہ اس ابتدائی اور انتہائی علم سے موصوف رہا ہے اور وہ (ہماری طرح) نقل مکانی کر کے اور حالات میں گھل مل کر علم حاصل نہیں کرتے۔

(۵) اللہ عزوجل کا ارادہ:

بے شک کائنات کو ارادے کے ساتھ بنانے والا ہے۔ اس لئے تمام جہانوں میں کوئی کم یا زیادہ، چھوٹا بڑا، برائی یا بھلائی، نفع یا نقصان، کفر یا ایمان، معلوم یا مجہول، فتح یا شکست، کمی یا پیشی، فرما برداری یا نافرمانی اس کے حکم کے بغیر اور اس کی قدرت و مشیت کے خلاف ممکن نہیں ہو سکتا۔ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اس کے حکم کو کوئی روک کر نہیں دے سکتا۔ وہ لوٹانے والا نہیں ہے اور کوئی بندہ اس کی نافرمانی کر کے بھاگ نہیں سکتا۔ اس کی فرما برداری کی طاقت بھی کسی میں نہیں ہے مگر جسے وہ توفیق اور طاقت دے اگر تمام جن وانس، ملائکہ اور شیاطین اس بات پر جمع ہو جائیں کہ اس کے ارادے کے بغیر جہاں میں کسی چیز کو حرکت دیں تو ایک ذرے کو بھی حرکت نہیں دے سکیں گے یا ٹھہرانا چاہیں تو ٹھہر نہ سکیں گے۔ بے شک اس کا ارادہ قائم ہونے والا ہے جو اس کی ذات کے ساتھ اس کی تمام صفات میں ہمیشہ موصوف رہا ہے اور وہ اپنے ارادے کے ذریعہ شروع ہی سے جب کسی بھی چیز کا ہونا کسی بھی وقت میں چاہتا ہے وہ چیز اسی طرح اس وقت موجود ہوتی ہے۔ اسکے ہونے میں کوئی کمی پیشی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح پائی جاتی ہے جیسے اس نے چاہا ہوتا ہے۔ تمام امور کی تدبیر اور تسخیر کے لئے اسے کسی سوچ و فکر کی حاجت نہیں ہوتی اور تخلیق کے عوامل میں وقتی حالات اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ کسی کام میں مشغول ہونا اسے دوسرے کام سے روک نہیں سکتا۔

(۶) اللہ عزوجل کی سماعت اور بصارت:

بے شک اللہ عزوجل دیکھنے والا اور سننے والا ہے اس کی سماعت کوئی سنی ہوئی چیز یا پوشیدہ چیز مخفی نہیں۔ اس کی نظر سے کوئی دیکھی گئی چیز پوشیدہ نہیں خواہ وہ کتنی ہی باریک کیوں نہ ہو۔ اس کی سماعت کو مسافتوں کی دوری ختم نہیں کر سکتی اور اس کی رویت کو اندھیرے ختم نہیں کر سکتے۔ وہ ذات بغیر تیزی نظر اور پلکوں کے دیکھتی ہے اور اسی سماعت بغیر کانوں یا پردوں کے سنتی ہے اسی طرح جیسے وہ ہر شے کو بغیر دل کے جانتا ہے اور اپنا غضب اور عذاب کسی آلے یا ذریعہ کے بغیر لاتا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی اسے کسی آلے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ صفوں میں عام مخلوقات کی طرح نہیں اور اس کی ذات بندوں کی طرح نہیں ہے۔

(۷) اللہ عزوجل کا کلام:

بے شک وہ کلام کرنے والا، حکم دینے والا منع کرنے والا، وعدہ کرنے والا اور وعدے پر عمل کرنے والا ہے۔ ایسی گفتگو کے ساتھ جو شروع سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ کلام کرنا اسی کی ذات

کے ساتھ قائم اور یہ گفتگو..... گفتگو جیسی نہیں اور اس کی یہ گفتگو ایک آواز نہیں ہے جو ہوا کے دوش کسی تک پہنچے، نہ ہی اس کی گفتگو حروف پر مشتمل ہے جو ہونٹوں کو بند کرنے، زبان کو ہلانے اور مختلف اندازوں سے خارج کئے جاتے ہیں اور یہ کہ قرآن، تورات، زبور، انجیل اس کی کتابیں ہیں جو اس کے پیغمبروں پر اتارا گئیں اور قرآن ایسی کتاب ہے جو اسی لغت میں پڑھی گئی جو مصاحف مشہور اور دلوں میں محفوظ ہے۔ ان کے باوجود وہ ذات باری تعالیٰ قدیم ہے۔ اپنی ذات میں قائم ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کو دلوں و رقوں پر منتقل ہونے کو قبول نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کا کلام آواز اور حرفوں کے بغیر سنا بالکل یونہی جیسے نیک لوگ ذات باری تعالیٰ کو شکل اور رنگ کے بغیر دیکھتے ہیں۔ تو جس کی یہ صفات ہوں وہ حقیقتاً زندہ ہے، عالم ہے، قادر ہے ارادہ رکھنے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے اور کلام کرنے والا ہے، زندگی کے بارے میں علم کے بارے میں، قدرت کے بارے میں، ارادے کے بارے میں، سننے اور دیکھنے کے بارے میں اور گفتگو کرنے کے بارے میں مگر تمام مذکورہ افعال اس کی اصل ذات سے سرزد نہیں ہوتے۔

(۸) اللہ عزوجل کے افعال:

بے شک نہیں ہے کوئی چیز موجود ہونے والی مگر اس حال میں کہ وہ پیدا ہونے والی ہو تو کرتا ہے اس کو اور فیضان کرنے والا ہے اپنے عدل سے اچھے طریقوں پر مکمل اور اتم اور اعلیٰ طریقوں پر اور بے شک وہ حکیم ہے۔ اپنے افعال میں اور عادل ہے اپنے فیصلوں میں۔ اس کے عدل کا بندوں کے عدل کے ساتھ قیاس کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ بندے سے ظلم متصور ہو سکتا ہے اور وہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کر رہا ہے جبکہ اللہ عزوجل سے ظلم متصور نہیں۔ پس بے شک وہ اپنے غیر کی ملکیت میں تصرف نہیں کرتا کیونکہ تمام ملک تو اسی کا ہے اور کسی غیر کا ملک ہونا اس کے نزدیک متصور ہی نہیں۔ جب اس کے نزدیک متصور ہی نہیں تو اس کا اس ملک میں تصرف کرنا ظلم کیسے ظہر سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ہر چیز خواہ وہ انسان ہو، جو، شیطان ہو یا فرشتہ ہو، آسمان ہو، زمین ہو، جانور ہو، نبات ہو، جو ہر ہو، عرض ہو، مد رک ہو، محسوس ہو، تمام کے تمام حادث ہیں (جو فنا کو قبول کرے) جن کو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ عدم سے پیدا کیا اور اس پیدائش اس حالت میں بخشی کہ یہ وہ کچھ بھی نہ تھا کیونکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے، شروع ہی سے ان عزوجل موجود تھا، تہا تھا، اس کا کوئی شریک نہ تھا۔ دریں اثناء اس نے مخلوقات کو قدم سے پیدا کیا تا کہ اپنی قدرت کا اظہار کرے (اور اس پیدائش کے عمل میں) اس کا اپنا ارادہ کرنا مقصود تھا اور اس بات کو پورا کرنا مقصود تھا جو شروع سے ہی اس نے فرما رکھی تھی اور یہ کہ مخلوقات کی پیدائش اس لئے نہیں کہ وہ ان محتاج ہے اور ان کی اسے ضرورت ہے اور یہ کہ وہی پیدا کرنے، ایجاد کرنے اور تکلیف دینے کے لائق ہے

اور یہ تمام مذکورہ افعال اس پر واجب بھی نہیں ہیں۔ وہی انعام دینے اور اصلاح بخشے میں بہت تخی ہے اور یہ انعام دینا اس پر لازم نہیں ہے کیونکہ تمام کا تمام فضل، احسان، نعمت اور بخشش اسی کی ہے کیونکہ وہ چاہتا تو بندوں پر مختلف قسم کے دردناک عذاب ڈھاتا اور ان کی آزمائش مختلف وآلام سے کرتا اور اگر وہ یوں کرتا تو یہ بھی اس کا عدل ہوتا اور یہ ہرگز برائی یا ظلم نہ ہوتا اور یہ کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے کرم اور وعدے کے ذریعے فرما برداری پر ثابت قدمی بخشتا ہے۔ حق دینے اور لازم ہونے کی وجہ سے نہیں (بندے کو فرما برداری پر ثابت رکھنا اس پر لازم نہیں ہے) اس لئے کہ اس پر کوئی فعل واجب نہیں اور نہ ہی اس سے ظلم متصور کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا حق ہے بلکہ اس کا حق جو بندوں پر فرما برداری کے نام سے لازم ہے یہ اسی نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے اپنے بندوں پر لازم کیا ہے۔ یہ محض عقل کے ذریعے ہی نہیں کر دیا بلکہ پیغمبر بھیجے اور ان کی سچائی بذریعہ معجزات ظاہر کی حتیٰ کہ وہ حکم دینے منع کرنے۔ وعدہ کرنے اور ڈرانے کے رتبے تک پہنچ گئے تو بندوں پر ان کی اور ان کے ساتھ آنے والی چیزوں کی تصدیق لازم ہوگئی۔

(۹) یوم آخرت:

بے شک اللہ عزوجل موت کے ذریعے ارواح کو جسموں سے الگ کرتا ہے اور پھر حشر کے دن دوبارہ ان کو اجسام میں لوٹا دیتا ہے وہی قبروں کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اور سینے کے رازوں کو جانتا ہے اور ہر مکلف شخص دیکھتا ہے اور اس کے اچھے برے عمل کو اپنے سامنے پاتا ہے اور وہی بندے کے ہر چھوٹے موٹے کام کو ایسی کتاب میں اپنے سامنے لاتا ہے جو کتاب کسی چھوٹی موٹی بات کو نہیں چھوڑتی بلکہ اسے شمار کرتی ہے اور ہر بندے کو اس کے کام کی مقدار دکھا دیتا ہے جو اس نے نیکی یا بدی سے کیا۔ ایک ایسے معیار کے ساتھ جو سچا ہے اور جس کا نام میزان ہے اور یہ میزان اعمال اجسام کے میزانوں کی طرح نہیں ہے اور یہ اضطراب کی طرح بھی نہیں ہے جو کہ وقت پانے کے آگے ہے اور نہ ہی یہ مقداروں اور اشیاء کو ماپنے والے پیمانوں کی طرح ہے۔ پھر وہ بندوں کا حساب ان کے افعال، اقوال، راز، ضمیروں، نیتوں اور عقیدوں کے لحاظ سے کرتا ہے خواہ انہوں نے اسے ظاہر کیا ہو یا نہ اس دن (یوم آخرت میں) بندوں کی بہت سی قسمیں ہیں کوئی تو حساب کے ہی جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر سب کو صراط مستقیم پر لے جاتا ہے جو کہ ایک پل ہے جو کم بختوں اور خوش بختوں کی منازل کے درمیان کھینچا گیا ہے، تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے۔ اس پر وہ بندہ یا آسانی گزر سکتا ہے جو دنیا میں اس صراط مستقیم پر گامزن رہا جو پل صراط کی مانند مشکل اور دشوار گزار ہے۔ جبکہ بخش دیا گیا کرم باری تعالیٰ سے (وہ پل صراط کی تنکیوں سے بچ جائے گا) پھر ان سے پوچھا جائے گا ہاں اللہ عزوجل پیغمبروں میں سے جس سے چاہے گا اس کی تبلیغ رسالت کے بارے میں پوچھے گا اور کافروں میں سے جس سے چاہے گا پیغمبروں کو مٹھلانے کے بارے میں اور

مسلمانوں میں سے جس سے چاہے گا ان کے اعمال کے بارے میں پوچھے گا۔ بے شک وہ بتوں سے ان کی سچائی اور منافقوں سے ان کے نفاق کے بارے میں پوچھے گا۔ پھر نیک بخت رحمن کی طرف وفود کی شکل میں چلائے جائیں گے جبکہ مجرم جہنم کی طرف گروپوں کی شکل میں ہانکے جائیں گے پھر توحید پرستوں کو جہنم کی آگ سے کے برے اعمال کی سزا دے کر نکالا جائے گا حتیٰ کہ جہنم میں کوئی ایسا بندہ باقی نہ رہے گا جس کے دل میں رانی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا جبکہ بعض کو ان کی سزا پورا ہونے سے قبل ہی انبیاء علیہ السلام کی شفاعت (شفارش) کی وجہ سے جہنم سے نکالا جائے گا یا علماء و شہداء کی شفاعت سے یا اس بندے کی شفاعت سے جس کا حق بخشا گیا۔ پھر نیک بخت لوگوں کو جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نعمتوں کے زیر سایہ رکھا جائے گا اور اللہ عزوجل کے وجہ کریم کی نعمت سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں مختلف اقسام کے عذابوں سے گزرتے رہیں گے اور اللہ عزوجل کے وجہ کریم سے محبوب رہیں گے۔

(۱۰) نبوت:

بے شک اللہ عزوجل نے فرشتوں کو پیدا کیا اور انبیاء و رسل علیہ السلام بھیجے اور معجزات کے ذریعے ان کی تائید فرمائی اور یہ کہ تمام کے تمام فرشتے اللہ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں اس سے روگردانی نہیں کرتے اور نہ ہی کتراتے ہیں بلکہ دن رات سجدے کرتے رہتے ہیں اور بھٹکتے نہیں تمام انبیاء علیہ السلام اس کے پیغامات پہنچانے والے (پیغمبر) ہیں۔ جنہیں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کی طرف بھیجا اور وہ فرشتے کے ذریعے ان پر وحی نازل فرماتا رہا۔ انبیاء علیہ السلام جو بھی بات کرتے ہیں دراصل وحی ہوتی ہے ان کی طرف سے من گھڑت بات نہیں ہوتی اور یہ کہ اس نے سرکارِ دو عالم بحسب ﷺ کو جو کہ امی و قریشی ہیں اپنے پیغام کے ساتھ تمام عرب و عجم اور جن و انس کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے اپنی شریعت سے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ فرمادیا اور اس پروردگار نے سرکارِ شافع روز شمار ﷺ کو سید البشر بنایا اور ایمان کی تکمیل اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کے اسم گرامی ملائے بغیر نامکمل ٹھہرائی لا الہ الا اللہ کی گواہی نہ ملائی جائے بندوں پر یہ لازم ٹھہرایا کہ وہ اس کی تمام باتوں میں تصدیق کریں جو سرکار ﷺ دنیا و آخرت کے بارے میں فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کی اتباع لازم ٹھہرائی اور یہ فرمایا انا آتاکم الرسول فخذوه و ما نہکم عنہ فانتهوا۔ پس نبی مکرم ﷺ نے لوگوں تک ہر اس بات کو پہنچا دیا جو انہیں اللہ عزوجل کی طرف لے جاتی ہے اور بے شک اللہ عزوجل کی رضا کی طرف جانے کا راستہ بھی بتایا۔ اسی طرح کوئی ایسی بات نہ چھوڑی جو جہنم تک پہنچاتی ہو اور اللہ عزوجل سے دور کرتی ہو مگر ان سے لوگوں کو روکا اور برائی کا ہر راستہ واضح فرمادیا۔ ایسی باتوں پر دلالت کرتا مطلقاً عقل و ذہانت کا کام نہیں ہے بلکہ یہ بعض پوشیدہ رازوں کو اٹھالینے سے ہی میسر آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے دربار اقدس سے انبیاء علیہ السلام کے مقدس

دلوں پر ظاہر کئے جاتے ہیں۔
 بے شک تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں اس بات پر کہ اس نے ہدایت بخشی اور رہنمائی فرمائی اور اپنے اسمائے حسنہ اور اعلیٰ صفات سے ہمیں روشناس فرمایا اور درود و سلام کے نذرانے مقبول ہوں
 اللہ عزوجل کے محبوب حضرت محمد ﷺ دربار اقدس میں اور فیضانِ رحمت ہو آپ ﷺ کے اصحاب
 وآل پر (رضوان اللہ اجمعین)۔

مال و جائیداد کے باعث اطاعت حق سے گریز مت کرو!

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

حضرت قطب ربائی نے ارشاد فرمایا:

’جب اللہ تعالیٰ تجھے مال و جائیداد عطا کرے اور تو اس مال کے باعث خدا تعالیٰ کی عبادت و اطاعت سے روگردانی کر لے تو خدا تجھے دنیا و عقبیٰ میں اپنے قرب سے دور و محبوب کر دے گا اور ممکن ہے کہ غفلت و معصیت کے باعث وہ مال و جائیداد تجھ سے چھین لے اور تیرے لئے محتاج و پریشان حال کر دے۔ منعم سے غافل ہو کر سرسراہٹ میں مجبور و مشغول ہو جانا ہی شرک ہے اور شرک خدا کے نزدیک ناقابلِ معافی جرم ہے اور اگر تو مال و دولت کو محبوب و مقصود نہ بناتے ہوئے حمد و ثنا اور ذکر و عبادت میں مشغور رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس مال کو تیرے لئے برکت و راحت کا باعث بنائے گا اور اس میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ مال تیرا خادم ہوگا اور تو اپنے رازق و پروردگار کا خادم۔ پھر تو دنیا میں خدا کی گونا گوں نعمتوں سے محفوظ و فیض یاب ہوگا اور عقبیٰ میں خدا کی طرف سے معزز و محترم ہو کر جنت المادنیٰ میں صدیقین، شہداء اور صالحین کا جلیس و ہم پایہ ہوگا۔

(ماخوذ: فتاویٰ الغیب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بوستان سعدی

حضرت شیخ سعدی

ترجمہ: مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

گفتار اندر حذر کردن از دشمنی کہ در طاعت آید

اس دشمن سے احتیاط کرنے کا بیان جو تیری اطاعت کرے

گرت خویش دشمن شود دوستدار	ز تلخیص ایمن مشورہ نہا
اگر دشمن کا کوئی اپنا تیرا دوست بن جائے	تو ہرگز قریب سے مطمئن نہ ہوتا
کہ گرد و درونس بکین تو ریش	چو یاد آیدش مہر و پیوند خویش
اس لیے کہ اس کا باطن تیرے کینے سے زخمی ہوگا	جب اس کا رشتہ اور محبت یاد آئیگی
بداندیش رالفظ شیرین مبین	کہ ممکن بود زہر در انگبین
دشمن کی مینھی بات کا خیال نہ کر	اس لئے کہ شہید میں زہر ہو سکتا ہے
کسے جان از آسیب دشمن ببرد	کہ مرد و ستار رابدشمن شمرد
وہی شخص دشمن کی اذیت سے جان بچائے گا	جو خالص دوستوں کو بھی دشمن سمجھے
نگہدار و آل شوخ در کیسہ در	کہ بلند ہمہ خلق را کیسہ بر
تھیلی میں موتی وہ محفوظ رکھتا ہے وہ چالاک	جو تمام مخلوق کو جیب تراش سمجھے
سپاہی کہ عاصی شود و رامیر	در اتاتوانی بخدمت مکیر
وہ سپاہی ہے جو کسی حاکم کا نافرمان ہو	جب تک ممکن ہو اس کو خدمت میں نہ لے
ندانست سالار خود را اساس	تراہم نداند ز عذرش ہر اس

جب وہ اپنے سردار کی شکر گزاری نہ جانا
 بسو گند و عہد استواش مدار
 قسم اور عہد کی وجہ سے اس کو ہمارا نہ سمجھ
 نو آموز رارہ سماں کن دراز
 تو سیکھ کی سی ڈھیل کر دے
 چو اقلیم دشمن جنگ و حصار
 جب تو دشمن کا ملک اور قلعہ لڑائی سے
 کہ بندی چو دنداں بخوں در برد
 اس لیے کہ قیدی خون میں دانت ڈبو لیتا ہے
 کہ گرباز کو بد در کار زار
 اس لیے کہ اگر وہ دوبارہ جنگ کا دروازہ کھٹکھٹایگا
 وگر شہریاں رارسانی گزند
 اور اگر تو نے شہریوں کو تکلیف پہنچائی ہے
 مگو دشمن تیغ زن بر درست
 یہ نہ کہہ کہ تلوار باز دشمن دروازہ پر ہے
 بتدبیر جنگ بدانیس کوش
 مخالف سے جنگ کی تدبیر کر
 منہ درمیاں راز باہر کسے
 ہر کسی کے سامنے راز نہ رکھ !
 سکندر کہ با شرقیاں حرب داشت
 تو تیری بھی نہ جانے گا اس کی غداری سے ڈر
 نگہبان پنہاں برو بر گمار
 خفیہ محافظ اس پر مقرر کر
 نہ بکسل کہ دیگر نہ بینیش باز
 نہ توڑ کہ تو اس کو وہ بارہ نہ دیکھے گا
 بگری بزند انیانش سپار
 لے لے تو اس کو قیدیوں کے سپرد کر دے
 ز حلقوم بیداد گر خون خورد
 تو ظالم کے گلے سے خون پیتا ہے
 بر آرند عام از دماغش دمار
 عوام اس کا سر توڑ ڈالیں گے
 در شہر بروئے دشمن مہند
 تو شہر کا دروازہ دشمن پر بند نہ کر
 کہ ہما باز دشمن بشہر اندرست
 اس لیے کہ دشمن کا شریک شہر کے اندر ہے
 مصالحہ بیندیش و نیت پوش
 مصلحتوں کو سوچتا رہ اور نیت کو پوشیدہ رکھ
 کہ جاسوس ہمکاسہ دیدم بے
 اس لیے کہ اکثر جاسوس کو ہم پیالہ دیکھا ہے
 درخیمہ گویندر غرب داشت

سکندر جس کا مشرق والوں سے جنگ کا ارادہ تھا کہتے ہیں اس کے خیمہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا چپ آوازہ اقلندہ از راست شد چو بہمن بزاوستان خواست شد بہمن کو جب زواستان کی خواہش ہوئی اگر جز تو داند کہ عزم تو چیست اگر تیرے سوا کوئی جان جائے کہ تیرا ارادہ کیا ہے کرم کن نہ پر خاش و کیس آوری بخشش کر نہ کہ لڑائی اور کینہ وری چو کارے بر آید بلطف و خوشی جب مہربانی اور خوشی سے کام لکے نخواہی کہ باشد دلت درومند اگر تو یہ نہیں چاہتا کہ تیرا دل درومند ہو بیا و توانا نباشد سپاہ محض قوت بازو سے لشکر قوی نہیں ہوتا دعائے ضعیفان امیدوار کمزور امیدواروں کی دعا آنکہ استعانت بدرویش برد جیسے درویش سے مدد چاہی

کہتے ہیں اس کے خیمہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا چپ آوازہ اقلندہ از راست شد بائیں جانب کی شہرت دی اور داغی جانب روانہ ہوا براں رای ودانش بیاید گریست اس رائے اور عقل پر رونا چاہیے کہ عالم بزیر نگین آوری تاکہ عالم کو توقیفہ میں لے آئے چہ حاجت بہ تنہی و گردن کشی تو ختی اور سرکشی کی کیا ضرورت ہے دل درومنداں بر آواز بند تو درومندوں کا دل قید سے چھڑا دے بروہمت ازنا توانا بخواہ چا اور کمزور دل سے دعا کرا ؟ ز بازوئے مردی آید بکار طاقت کے بازو سے بہتر کام آتی ہے اگر بافریدوں زواں پیش برد اگر فریدوں سے مقابلہ ہوا جیت گیا۔

حدیث: لَا تَظْهَرُ السَّمَاتُ بِأَخِيكَ فَيَعَافِيَهُ اللَّهُ وَيَبْتَئِلِكَ

ترجمہ: اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، عین ممکن ہے کہ

اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا فرمائے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در بیان ربط قلب

دل کے ربط کا بیان

حضرت اوحید کرمانی کے دو شعر

گفتم کہ پیامبری تو یا پیر گفتا کہ دوئی زراہ برگیر
چوں نیک بدیدم ایں نکو بود پس اوداو و پیر ہر سہ او بود
میں نے عرض کی یا پیر کوئی پیام عنایت فرمائے تو ارشاد فرمایا کہ راستہ سے دوئی کو ہٹا دے میں نے
جب بھلائی دیکھی تو یہ بھلا ہو گیا کہ وہ (خدا) اور وہ (رسول) اور پیر تینوں ایک ہی دکھائی دینے لگے۔
دوستی پیر بدل کر چنیں دوستی غیر نباشد قریں
دل میں پیر کی محبت کو ایسا بٹھالے کہ کسی غیر کی محبت قریب آنے ہی نہ پائے۔
پیر بود شاہد و عاشق مرید کُتب زن و بچہ کجا اے رشید
پیر شاہد ہوتا ہے اور مرید عاشق ہوتا ہے۔ اے عزیز! یہاں بیوی بچوں کی محبت کا سوال ہی
کہاں پیدا ہوتا ہے۔

تشریح : حضرت اقدس علیہ الرحمہ ہر حال میں اپنے پیر سے والہانہ محبت اور دلی ربط قائم رکھنے کو بے حد اہمیت دیتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں کہ عورت مال اور زمین کی محبت بعض وقت اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرے تو اس کو فوراً دور کر دینا چاہئے۔ رابطہ دلی سے مراد یہ ہے کہ پیر کامل کی صحبت سے استفادہ کیا جائے۔ پیر کی توجہ اور خلوص کی برکت سے دل غفلت سے پاک ہو جاتا ہے۔ جذبہ محبت اور مشاہدہ الہی کے انوار کی شمع مرید کے دل میں روشن ہو جاتی ہے۔ پیر سامنے موجود نہ بھی ہو تو اس کا تصور کر کے مرید فیض پاتا ہے۔ خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ پیر سے رابطہ کئے بغیر تنہا ذکر سے منزل تک رسائی نہیں ہوتی البتہ ذکر کے بغیر تنہا پیر کے رابطہ سے رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس موقع پر ایک حدیث شریف کا حوالہ دیا گیا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے ابلیس لعین کو اپنے دربار رحمت سے دور فرما دیا تو اس وقت وہ مردود کہنے لگا کہ میں اپنی خطا کے باعث آخرت میں کسی حال مرحوم و بد نصیب ہو چکا۔ کم از کم دنیا میں مجھے کچھ حصہ عطا فرما دے تو باری تعالیٰ کے ارشاد پر اس نے دولت و عورت اور

زمین پر ہاتھ مارا اور یہ تینوں چیزیں اس ملعون کے رہنے کے مخصوص مقامات ہیں جب تک مرید ان تینوں سے بے اتفاقی نہ کرے وہ صاحب نصیب یا ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتا۔ بعض وقت پیر ایسے کام کر گزرتا ہے جو بظاہر حلال اور جائز کیخلاف نظر آئیں لیکن مرید کو چاہئے کہ پیر کے ایسے افعال کو نہ برا سمجھے اور نہ ان پر تنقید کرے۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کی طرح ان کاموں میں بھی کوئی مصلحت ہو جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شک اور اعتراض پیدا ہوا تھا۔

یہ دراصل قرآنی تبلیغ ہے جو (۱۸) ویں سورہ کہف کے دو رکوع نمبر (۲۲، ۲۱) میں بیان فرمائے گئے واقعہ سے متعلق ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ آپ نے جواب دیا میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ انہوں نے علم کو ذات باری تعالیٰ کے بجائے اپنی طرف منسوب کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ مجمع البحرین (دو سمندروں کا سنگم) میں میرا ایک بندہ ہے جو تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا الہی! میں اس کی خدمت میں کیونکر پہنچ سکتا ہوں۔ حکم ہوا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی نوکری میں رکھ لو۔ جہاں وہ گم ہو جائے وہ میرے اس بندے کی قیام گاہ ہوگی۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں جن کا اصلی نام بلیا بن ماکان ہے۔ جہاں بھی یہ تشریف فرما ہوتے ہیں وہ جگہ یکدم سرسبز اور ہری بھری ہو جاتی ہے اور خضر کے معنی بھی سبز کے ہیں۔ معنی لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام علم شریعت کے سمندر اور خضر علیہ السلام علم طریقت کے سمندر ہیں۔ بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ایک نوجوان یوشع بن نون کے ساتھ پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگئی۔ دونوں میں سلام کا تبادلہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے ساتھ رہ کر رشد و ہدایت کا خصوصی علم سیکھنے کی اجازت چاہی تو جواب ملا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو خاموشی سے واقعات کو دیکھتے چلئے لیکن اس کے متعلق استفسار یا اعتراض نہ کیجئے یہاں تک کہ میں خود اس کی حقیقت حال سے آپ کو آگاہ کروں۔

سب سے پہلے جب وہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر رکھ دیا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام بول اٹھے آپ نے کشتی میں سوراخ کر کے بڑی نازیبا حرکت کی ہے کیا سوار یوں کو ڈبو دینا چاہتے ہو۔ خضر نے ایک جواب دیا میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرے ساتھ آپ صبر نہ کر سکیں گے۔ موسیٰ نے معذرت چاہی اور آئندہ محتاط ہونے کا یقین دلایا۔ آگے چل پڑے تو خضر نے ایک لڑکے کو قتل کر ڈالا جس پر موسیٰ نے سخت اعتراض کیا۔ پھر معافی چاہ لی اور یقین دلایا کہ اب آئندہ احتیاط سے کام لوں گا۔ پھر وہ آگے چل پڑے تو ان کا گزر ایک گاؤں میں ہوا جہاں انہوں نے کھانا طلب کیا

تو گاؤں والوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس گاؤں میں ایک دیوار جو گرنے کے قریب تھی خضر نے اسے درست کر دیا۔ موسیٰ کہنے لگے آپ بھی عجیب ہیں گاؤں والوں نے اتنی بے مروتی کی کہ ہمیں سوکھی روٹی تک نہ دی اور آپ ہیں کہ ان کی گرتی ہوئی دیوار کو بلا معاوضہ درست کر دئے۔ تیسری بار اس اعتراض پر خضر نے فرمایا کہ اب میں اور آپ ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ آئیے اب جدا ہونے سے قبل میں آپ کو ان واقعات کی حقیقت حال سے آگاہ کر دوں۔

وہ کشتی چند غریبوں کی تھی جو ملاجی کے ذریعہ روزی کمایا کرتے تھے۔ وہاں کا جابر بادشاہ ہر کشتی پر زبردستی قبضہ کر لیتا تھا۔ میں نے اس کشتی کو اس لئے عیب دار بنا دیا کہ وہ کشتی اب بادشاہ کے کام کی نہ رہی۔ جس لڑکے کو میں نے قتل کیا اس کے والدین مومن تھے۔ اندیشہ تھا کہ وہ زندہ رہا تو والدین کو مرکشی اور کفر پر مجبور کرے گا اس لئے اس کو قتل کر کے ہم نے چاہا کہ انہیں ان کا رب ایسا پاکیزہ بیٹا عطا کرے جو بہتر ہو اور ان پر مہربان ہو۔

دیوار کی مرمت کر کے ہم نے اس کو اس لئے درست کر دیا کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ دفن تھا جس کو ایک نیک شخص نے اپنے دو یتیم بچوں کے لئے رکھا تھا تاکہ وہ بچے جوان ہو کر اپنا وغینہ نکال لیں اور فائدہ حاصل کر لیں۔ آخر میں خضر نے فرمایا جو کچھ میں نے کیا ہے وہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کی ہدایت پر کیا۔

حضرت اقدس علیہ الرحمہ ان واقعات کی روشنی میں تلقین فرماتے ہیں کہ اسی طرح اپنے پیر بھی کوئی کام بظاہر ناجائز کریں تو اس پر مرید کوئی اعتراض نہ کرے بلکہ اس پر یقین رکھے کہ پیر جو کچھ کرتا ہے حق ہے۔ پیر کی بات کو غور سے سنا کریں۔ یہ قیاس کرتے ہوئے کہ یہ سب کچھ غیب کی طرف سے ہے۔

اس کے بعد حضرت اقدس علیہ الرحمہ نے دوسری قرآنی تسبیح ”اینا انالہ“ کا حوالہ دیا ہے جو (۲۸) ویں سورہ قصص کی آیت (۳۰) کے الفاظ ہیں۔ پوری آیت اس طرح ہے۔ فلما اتھنا نودیمن شاطی

الوادى الايمن فى البقعة امبركة من الشجرة ان يموسىٰ انى انا اللہ رب العلمین

یعنی پس جب آپ (موسیٰ علیہ السلام) وہاں گئے تو وادی کے دائیں کنارے اس بابرکت مقام میں ایک درخت سے ندا آئی کہ اے موسیٰ بلاشبہ میں ہی سارے جہانوں کا رب اللہ ہوں۔

یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب کہ حضرت موسیٰ اپنی زہد محترمہ کو ساتھ لئے مصر روانہ ہوئے۔ راہ میں دور سے آگ دکھائی دی۔ آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا تم ذرا ٹھہرو۔ میں نے آگ دیکھی ہے میں جا کر تمہارے لئے وہاں سے کوئی خبر لیا آگ لے آتا ہوں تاکہ تم اسے تپ سکو۔ جب آپ آگ لے آئے کے ارادے سے اس جگہ پہنچے تو اس بابرکت علاقہ میں وادی طور کی دائیں جانب ایک درخت نظر آیا جس

میں سے یہ سرمدی آواز آ رہی تھی کہ اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں جو سارے جہانوں کا رب ہے۔
 اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ بظاہر درخت یہ آواز دے رہا ہے "انی انا اللہ" یعنی بے شک میں ہی
 اللہ ہوں۔ درحقیقت وہ درخت اللہ ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انوار اور جلوؤں کا مظہر ہے۔ اسی طرح
 پیر بھی خود خدا نہیں ہوتا بلکہ لاہوت کا مظہر ہوتا ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کا نور ہوتا ہے۔ اسی لئے پیر کا
 دیدار بلاشبہ حق کا دیدار ہے۔ لہذا اپنے پیر کا تصور مستقل طور پر قائم رکھیں تو ہمیشہ حق کی حضوری نصیب
 ہوتی ہے۔ نسبت کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ خود کو عین پیر تصور کریں جو مراقبہ یا مشاہدہ نہیں بلکہ بالمشافہ
 یعنی دیدار ہوگا۔ گویا پیر میں رسول کا اور رسول میں خدا کا جلوہ نظر آئے گا۔ یہی بات حضرت اوحید کرمانی
 علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ راستہ سے جب دوئی کو ہٹا دیا جائے تو پھر تینوں ایک ہی دکھائی دیں گے۔ اس
 لئے دل میں پیر کی محبت کو ایسا بٹھانا چاہئے کہ کسی غیر کی محبت کا خیال ہی آنے نہ پائے۔ پیر کی محبت کے
 سامنے اہل و عیال کی محبت کی کوئی قیمت نہیں۔ روایت ربی: یہ ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس کے
 الفاظ اس طرح ہیں۔

عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت ربی عز وجل فی احسن صورۃ (مشکوۃ، دارمی، ترمذی) یعنی حضرت عبد الرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا
 رسول اللہ ﷺ نے کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا ہے۔

حضرت اقدس علیہ الرحمہ احمدیہ شریف کے حوالے سے حضور صلی اللہ کی رویت الہی کا ذکر کرتے ہوئے پیر کی رویت کو
 رسول پاک ﷺ کی رویت قرار دیتے ہیں یعنی پیر کا جلوہ رسول کا جلوہ ہے اور رسول کا جلوہ حق کا جلوہ ہے اس طرح پیر کا
 دیدار حق کا دیدار ہے۔

اقوال زریں

جان او علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم مکلفہ (علم باطن) اور دوسرا علم ظاہر یا علم معاملہ۔ علم باطن
 تمام علوم کی انتہا ہے۔ عارفین کا قول ہے کہ جو اس علم سے بے بہرہ ہوگا اس کے خاتمہ کی خرابی کا خوف ہے۔
 ادنیٰ درجہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس علم والوں (اولیاء اللہ) کو مانے اور ادنیٰ عذاب اس
 علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم سے اس کو کچھ نہیں ملتا حالانکہ یہ علم صدیقوں اور مقربان الہی صل جلالہ کا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گلستان سعدی

از: حضرت مولانا شیخ سعدی

ترجمہ: مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

حکایت:

کسے مژدہ پیش نوشیروان عادل برد و گفت شنیدم کہ
کوئی آدمی نوشیروان عادل کے پاس خوشخبری لے گیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ
فلاں دشمن تراخدائے تعالیٰ برداشت گفت ہیچ شنیدی کہ مرا بگذاشت فرد
تیرے فلاں دشمن کوخدائے تعالیٰ نے اٹھالیا اس نے کہا کیا تو نے یہ بھی سنا کہ اس نے مجھے چھوڑ دیا

قطعہ

اگر بمرود و جائے شادمانی نیست کہ زندگانی مانیز جاودانی نیست
اگر دشمن مر گیا تو خوشی کا موقع نہیں ہے اس لئے کہ جاری زندگی میں بھی ہمیشگی نہیں ہے

حکایت:

گروہے حکما دربار گاہ کسریٰ بہ مصلحتی درخن ہمی گفتند و بزرجمہر
عقلمندوں کی ایک جماعت کسریٰ کے دربار میں کسی تدبیر میں مشورہ کر رہی تھی اور بزرجمہر
کہ مہتر ایشاں بود خاموش بود سوال کردند کہ بامادریں بحث چراخن
جوان کا سردار تھا چپ تھا انہوں نے اس سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ اس بحث میں کیوں بات چیت
نگوئی گفت وزیراں بر مثال اطبا اند و طبیب دار و ندہد مگر بہ سقیم
نہیں کرتے اس نے کہا وزیروں کی مثال طبیبیوں کی سی ہے اور طبیب بیمار ہی کو دوا دیتا ہے

پس چون بینم کہ رائے شما بر صواب ست مرا بر سر آں سخن گفتن حکمت نباشد
جب میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری رائے درست ہے تو اس پر میرا بات کرنا دانائی نہ ہوگی

مثنوی

چو کارے بے فضول من بر آید مرا دروے سخن گفتن نشاید
جو کام میرے بات بنائے بدن نکل جائے مجھے اس میں بات نہ کرنی چاہئے
وگر بینم کہ نابیناؤ چاہ است اگر خاموش بنشینم گناہ است
اگر میں دیکھوں کہ اندھا ہے اور کنواں اگر پھر چپ بیٹھا رہوں تو گناہ ہے

حکایت:

ہارون الرشید را چوں ملک مصر مسلم شد گفتا بخلاف آں
ہارون الرشید کا جب ملک مصر پر اقتدار ہو گیا تو اس نے کہا کہ اس سرکش کے
طاغی کہ بہ غرور ملک مصرف دعویٰ خدائی کرد نہ بخشم ایں ملک را الا
برعس جس نے صرف ملک مصر کے گھمنڈ میں خدائی کا دعویٰ کیا میں یہ ملک نہیں دوں گا مگر
نخسین ترین بندگاں سیاہے داشت خضیب نام ملک مصر بوے
اپنے غلاموں میں سے بھی ادنیٰ ترین کو اس کا ایک جشی غلام خضیب نامی تھا ملک مصر اس کو
ارزانی داشت آدرودہ اند کہ عقل و درایت اوتا بجائے بود کہ طائفہ
بخش دیا لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس کی عقل و سمجھ اس درجہ کی تھی کہ مصر کے
خراث مصرف شکایت آور وندش کہ پنبہ کاشتہ بودیم بر کنار نیل باراں
کاشتکاروں کی ایک جماعت نے شکایت کی کہ ہم نے دریائے نیل کے کنارے باؤی کی کاشت کی تھی بے موسم
بے وقت آمد و تلف شد گفت لپشم بایستہ کاشت تا تلف نہ شدے
کی بارش سے وہ تباہ ہوگئی ہے اس نے کہا تمہیں اون بونی چاہئے تھی تاکہ تباہ نہ ہوتی۔

صاحب دے ایں کلام بشنید وگفت
ایک بزرگ نے یہ بات سنی اور کہا

مثنوی

اگر روزی بدانش در فرودے ز ناداں تنگ تر روزی نبودے
اگر روزی عقل کی وجہ سے بڑھتی تو بے قوف سے بڑھ کر کوئی تنگ روزی نہ بنتا
بناداں آں چناروزی رساند کہ دانا اندراں حیراں بماند
بے قوف کو وہ اس طرح روزی پہنچاتا ہے کہ عقلمند اس میں حیران رہ جاتا ہے

مثنوی

بخت و دولت بکار دانی نیست جز بتائید آسمانی نیست
نصیب و دولت ہر بندی کی وجہ سے نہیں ہے یہ تو محض آسمانی تائید سے ہے
کیمیا گر بغصہ مردہ بہ رنج ابلہ اندر خرابہ یافتہ گنج
کیمیا گر رنج میں غصہ سے مر گیا بے قوف نے دیرانے میں خزانہ پالیا
اوقاتہ است در جہاں بسیار بے تمیز ارجمند و عاقل خوار
دنیا میں یہ بہت ہوا ہے کہ بے تمیز صاحب مرتبہ اور عقلمند ذلیل

حکایت:

یکے را از ملوک کنیزک چینی آوردند خواست در حالت مستی
بادشاہوں میں سے ایک کے پاس چین کی لونڈی لائے۔ بادشاہ نے مستی کی حالت میں
باوے جمع آید کنیزک ممانعت کرد ملک در خشم شد و مرا اورا بسیا ہے بخشید
چاہا کہ اس سے ہمبستری کرے لونڈی نے روک دیا۔ بادشاہ کو غصہ آ گیا اور اس کو ایک حبشی غلام کو دے دیا

کہ لب زبرینش از پرہ بینی درگزشتہ بود وزورینشہ گریہاں فروہشتہ
 جس کا اوپر کا ہونٹ ناک کے نتھنے سے بھی اونچا اور نیچے کا ہونٹ گریبان تک لٹکا ہوا تھا
 ہیکلے کہ صحر جنی از طلعت او بر میدے وعین القطر از بغلش بچکیدے فرد
 ایسا بد صورت کہ صحر نامی جن بھی اس کی صورت دیکھ کر بھاگتا اور تارکول کا چشمہ اس کی بغل سے ٹپکتا
 تو گوئی تا قیامت زشب برو ختم ست وبر یوسف نکوئی
 تو یہ کہے گا کہ قیامت تک کے لئے بد صورتی اس پر ختم ہے اور حضرت یوسف پر خوبصورتی

قطعہ

شخصے نہ چناں کہ یہ منظر کز زشتی او خبر تو اں داد
 وہ شخص نہ ایسا بد صورت کہ جس کی برائی بیان کی جاسکے
 وانگہ بغلش نعوذ اللہ مردار با آفتاب مرداد
 اور پھر اس کی بغل تو اللہ بچائے بھادوں کی دھوپ کا سڑا ہوا مردار
 آورده اند کہ در اں مدت سیاہ رانفس طالب بود وشہوت غالب
 لوگ بیان کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حبشی کا نفس طالب تھا اور شہوت غالت تھی
 مہرش بجنید مہرش برداشت بامداداں کہ ملک کنیزک رابجست و نیافت
 اس کی محبت بھڑکی اور اس نے اس کی مہر اکھاڑ چھینکی صبح کے وقت حب بادشاہ نے کولونڈی کو تلاش کیا اور نہ پایا
 حکایت بگفتندش خشم بگرفت وفرمود تا سیاہ را بکنیزک استوار بہ بندند و از
 تو لوگوں نے رات کا واقعہ بادشاہ کو بتایا۔ بادشاہ کو غصہ آیا اور حکم دے دیا کہ حبشی کولونڈی کے ساتھ کس کر باندھیں اور
 بام جوسق بقعر خندق در اندازند یکے از وزرائے نیک محضر روئے
 بالاخانہ کی چھت سے خندق کی گہرائی میں پھینک دیں ایک نیک طبیعت وزیر نے سفارش
 شفاعت بر زمین نہاد وگفت سیاہ بیچارہ را دریں خطائے نیست
 کے لئے پیشانی زمین پر نیکی اور کہا حبشی بے چارے کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے

کہ سائر بندگاں بنوازش خداوندی معذرت گفت اگر درمفاوضت او اس لئے کہ تمام غلام شاہی مہربانی کے عادی ہیں اس نے کہا کہ اگر اس سے بہتری میں شے تاخیر کر دے چہ شدے کہ من اور افزوں تراز بہائے کنیزک ایک رات کی دیر کر دیتا تو کیا ہرج تھا کہ میں اس کو لونڈی کی قیمت سے بھی زیادہ بدادے گفت اے خداوند انچہ فرمودی معلوم ست لیکن نشیدی دے دیتا اس نے کہا اے آقا جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے لیکن کیا جناب نے عقلمندوں کہ حکما گفتہ اندوریں معنی۔
کا وہ قول نہیں سنا جو ای بارے میں ہے۔

قطعہ

تشنہ سوختہ بر چشمہ حیواں چورسد تو مپندار کہ از پیل دماں اندیشد
جلا بھنا یا ساجب آب حیات کے چشمہ پہنچ جائے تو یہ نہ سمجھ کہ وہ ست ہتھی سے ڈرے گا
ملحد گرسنہ درخانہ خالی برخواں عقل باور کند کز رخصاں اندیشد
بھوکا لاندہب خالی گھر میں دسترخوان پر عقل کو یقین نہیں آتا کہ وہ رمضان کا خیل کرے گا
ملک را ایں لطیفہ پسند آمد و گفت اکنون سیاہ را بتو بخشیدم کنیزک را
بادشاہ کو یہ لطیفہ پسند آ گیا اور اس کہا اب جہشی غلام میں نے تجھے بخش دیا لونڈی کا
چہ کنم گفت کنیزک را ہم بہ سیاہ بخش کہ نیم خورده سگ ہم اورا شاید
کیا کروں اس نے کہا کہ لونڈی بھی جہشی کو بخش دیجئے کہ کتے کا بچا ہوا کتے ہی کے مناسب ہے
ہرگز اورا بدوستی مپسند کہ رود جائے ناپسندیدہ
دوستی کے لئے ایسے شخص کو پسند نہ کر جو کسی بری جگہ چلا جائے
تشنہ رادل نخواہد آب زلال نیم خورده وہان گندیدہ
پیارے بھی اس تھرے پانی کو پینا پسند نہ کرے گا جو کسی گندہ دہن کا بچا ہوا ہو

حکایت:

اسکندر رومی رارسیدند کہ دیار مشرق و مغرب را بچہ اسکندر رومی سے لوگوں نے پوچھا کہ مشرق و مغرب کے ممالک تو نے کیسے فتح کرتی کہ ملوک پیشیں را خزان و عمر و ملک و لشکر بیش ازیں بود و چنین کر لئے اس لئے کہ پہلے بادشاہوں کے خزانے اور عمر و ملک اور لشکر اس سے بڑھے ہوئے تھے اور ان کو فتح میسر نہ شد گفت بعون اللہ عز و جل ہر مملکتے را کہ بگترتم رعیتش را ایسی فتح میسر نہ آئی، اس نے کہا خدا بلند و بالا کی مدد سے جو ملک میں نے فتح کیا اس کی رعایا کو نیاز روم و رسوم خیرات گزشتگان باطل نہ کردم و نام پادشاہاں میں نے نہ ستایا اور بزرگوں کی عمدہ رسموں کو میں نے موقوف نہ کیا اور بادشاہوں کا نام جز بہ نگوئی نبردم اچھائی کے سوانہ لیا!

بیت

بزرگش نخوانند اہل خرد کہ نام بزرگاں بڑشتی برد
عقلند اس شخص کو کبھی بڑا نہیں مانتے جو بڑوں کا نام بڑائی سے لے

قطعہ

ایں ہمہ ہیچ ست چوں می گزرد بخت و تخت و امر و نہی و گیرد دار
یہ سب کچھ کچھ بھی نہیں جب کہ جاتا رہتا ہے نصیب، تخت شاهی، حکم چلانا، روکنا، اور پکڑ دھکڑ
نام نیک رفتگاں ضائع مکن تا بماند نام نیک برقرار
پہلو کے نیک نام کو ضائع نہ کر تاکہ تیرا نیک نام باقی رہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فتوح الغیب

تالیف:..... حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

خیر و شر ایک ہی شجر کے دو ثمر ہیں:

حضرت شیخؒ فرماتے ہیں کہ خیر و شر ایک ہی درخت کی دو ٹہنیوں کے پھل ہیں۔ ایک ٹہنی کے پھل تو شیریں ہوتے ہیں اور دوسری کے تلخ۔ لہذا تمہارے لئے ضروری ہے کہ ان ممالک اور اس سرزمین کے گرد وواح کو چھوڑ دو جہاں کے لوگ تلخ ٹہنی سے پھل کو حاصل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں سے اور ان کے اہل سے بہت دُور نکل کر اس درخت کی قربت اختیار کرتے ہوئے اس کے پاس بان خادم بن کر اس کے نزدیک قیام پذیر ہو جاؤ۔ اور اس درخت کی ٹہنیوں نیز اس کے پھلوں کی شناخت پیدا کرتے ہوئے پیٹھے پھل کی ڈالی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اور اس سے اپنی غذا اور روزی حاصل کرتے ہوئے کڑوے پھل کی ٹہنی کی طرف رُخ کرنے سے اجتناب کرتے رہو۔ کیونکہ اس کی تلخی تمہاری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتی ہے پھر جب تم اس حالت کو دائمی بنا لو گے تو تم راحت و سلامتی کے ساتھ تمام آفات و بلیات سے مامون ہو جاؤ گے۔ کیونکہ آفات و بلیات کڑوے پھل سے جنم لیتی ہیں اور اگر تم اس درخت کو نظر انداز کر کے گردشِ دوراں میں پھنس گئے پھر تمہارے ہاتھ میں دونوں قسم کے پھل پہنچ گئے جو اس طرح ملے جلے ہوئے ہوں۔ جن میں تلخ و شیریں پھلوں کی تیز کرنی دشوار ہو تو اس کی تلخی تمہارے کام و دہن اور دماغ میں اس طرح سرایت کر جائے کہ اس عرق اور اس کے اجزاء تمہاری جسمانی ہلاکت کا باعث ہو جائیں۔ یا اس کی تلخی تمہارے منہ میں اس طرح حلول کر جائے کہ اس اثرات دھونے سے بھی زائل نہ ہو سکیں۔ اور نہ جسم میں سرایت کردہ اثرات جسم کے لئے منفعت بخش ہو سکیں۔ لیکن اگر تم نے شیریں پھل منہ میں رکھ لیا تو اس کی حلاوت تمہارے اجزائے جسمانی کے لئے نفع بخش ہوں گی اور سرورِ راحت بھی حاصل ہو سکے گی۔ لیکن شیریں پھل کھانا ایک ہی مرتبہ کافی نہیں ہے۔ بلکہ مسلسل کھاتے رہنا چاہیے۔ اور اس سے بھی خود کو مامون تصور نہ کرنا چاہیے کہ تیسری مرتبہ میں شریعت ہاتھ میں نہیں آجائے گا۔ کیونکہ ہمارے

ذکر کے مطابق وہ دونوں ملے جلے ہوئے ہیں لہذا خیریت اسی میں ہے کہ پھلوں کی شناخت اور درخت سے بعد اختیار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ سلامتی اسی میں ہے کہ درخت کے قریب ہی قیام پذیر رہا جائے۔ لہذا خیر و شر عز و جل ہی کے دو فعل ہیں اور وہی ان کا قائل اور جاری کرنے والا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ”اللہ ہی نے تم کو اور تمہارے اعمال کو تخلیق کیا ہے۔“ اور حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ خدا ہی نے اونٹ اور بکری پیدا کئے اور اسی نے ان کو ذبح کرنے والوں کو بھی پیدا کیا۔ اور بندوں کے اعمال کو سب کو تخلیق کرنے والا بھی وہی ہے۔ جیسا کہ ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”جنت میں داخل ہو جاؤ۔ یہ تمہارے اعمال کی جزا ہے۔“ سبحان اللہ یہ اس کا کتنا بڑا رحم و کرم ہے کہ اس کے اعمال کی نسبت بندوں کی طرف کی۔ اور ان کے اعمال ہی کی جزا میں دخول جنت کا حکم عطا کیا مگر یہ توفیق بھی اسی کی رحمت سے ملتی ہے جو اس نے دنیا و آخرت میں مقدر فرمادی ہے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی فرد اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ کسی نے دریافت کیا کہ آپ بھی یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ مجھ کو اپنی رحمت میں نہ ڈھانپ لے اور جب تک میرے سر پر دست شفقت نہ رکھوے۔“ یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔ پھر جب تم احکام خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے فرماں بردار بن جاؤ گے تو خدائے عز و جل تمہیں بد اعمالیوں سے محفوظ رکھتے ہوئے اپنی خیر میں مزید اضافہ فرما دے گا۔ خواہ وہ برائیاں دینی ہوں یا اخروی۔ اخروی برائیوں سے بچانے کے متعلق باری تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ”اللہ تمہیں عذاب میں کیوں کر مبتلا کرے گا جب کہ تم شکر گزار مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ شکر کی جزا دینے والا جاننے والا ہے۔ لہذا شکر گزار مومن تک بلائیں کس طرح رسائی حاصل کر سکتی ہے بلکہ وہ تو بلیات سے عافیت کی جانب اس لئے زیادہ قریب ہو جاتا ہے کہ اس وقت بندہ رحمت و نعمت کے مقام میں ہوتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”اگر تم شکر کرو گے تو انعام و اکرام میں اضافہ کر دیا جائے گا۔“ لہذا جب تمہارا ایمان آخرت میں نار جہنم کے ان شعلوں کو سر دکر سکتا ہے جو ہر معصیت کار کے لئے سزا بن جایا کرتے ہیں تو پھر ایمان کے ذریعہ بلیات و نیاوی کی آگ کیوں سر نہیں ہو سکتی۔ البتہ ان بندوں کو احوال قطعاً مختلف ہوا کرتے ہیں جن کو جذب و ولایت اور پر گزیدگی کیلئے منتخب فرمایا گیا ہو۔ کیونکہ ان پر بلیات کا هجوم اس لئے بھی ضروری ہے کہ ان کے ذریعہ خواہشات کی نجاست، طبائع کی کثافت، شہوانی محرکات، آرام میں حصول لذت، خلق سے طہائیت اور لوگوں کی قربت سے مسرت و سکون حاصل کرتے ہیں۔ لہذا ان تمام چیزوں سے ان کو مصفا کرنا مقصود ہوتا ہے تاکہ ان کو قلوب میں توحید و معرفت اسرار و علوم

اور انوارِ قرب کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ اس لئے کہ قلب ایک ایسا مکان ہے جس میں دو دل نہیں رکھے گئے۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ ”جب سلاطین کسی ہستی میں داخل ہوتے ہیں اس کو ملیا میٹ کر کے نستی کے معزز لوگوں کو ذلیل و رسوا کرتے ہیں اور ان کو نفیس مکانوں اور عیش و راحت کی زندگی سے نکال کر باہر کرتے ہیں۔“ ٹھیک یہی کیفیت ولایتِ قلب کی بھی ہے کہ اس سے شیاطین کو اور خواہشاتِ نفسانی کو اور وہ اعضاء جو ان خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے انواع و اقسام کے گناہوں اور گمراہی کا ارتکاب کر کے برباد کر دیتے ہیں۔ اسی طرح قلب کو خالی کر دیا جاتا ہے کہ شیاطین کی حکمرانی بھی ختم ہو جاتی ہے اور اعضاء کی حرکت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور سینہ جو قلب کا صحن ہے وہ بھی پاک صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت قلب عرفان و وحدانیت کا اور اسرار و علوم کا مخزن بن جایا کرتا ہے۔ غرض کہ یہی تمام چیزیں بلیات و مصائب کا شمرہ ہیں جیسا کہ حضور کفر مان ہے کہ ”ہم گروہ انبیاء بلاؤں میں تم سے بہت زیادہ ہیں پھر جس کا درجہ کا ہے اسی کے مطابق“۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ”میں خدا کو تم سے زیادہ پہچانتا ہوں اور تم سے زیادہ اس سے خوفزدہ رہتا ہوں۔“ لہذا جو شخص بادشاہ سے جس قدر قریب ہوگا اس کو خوف و خطر بھی زیادہ ہی ہوگا۔ کیونکہ اس کی تمام حرکات و سکنات ہمہ وقت بادشاہ کی نظروں میں رہتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک تو پوری مخلوق ہی فردِ واحد کی طرح ہے اور ان کی کوئی چیز خدا سے پوشیدہ تو ہم یہ جواب دیں گے اس وقت مقرب بارگاہ کے مراتب بلند ہو جاتے ہیں اور اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہو جاتا ہے تو اسی نوعیت کے اعتبار سے اس کے لئے خطرات میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے کیونکہ سب سے زیادہ شکر گزاری اس پر واجب ہو جاتی ہے اور خدا کے انعام و اکرام بھی اس پر بڑھ جاتے ہیں لہذا اس کی اطاعت میں ادنیٰ عدم توجہی اور شکر گزاری میں کوتاہی اس کی اطاعت میں کمی و نقصان کا باعث ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کی ازدواجِ مطہرات کے لئے فرماتا ہے کہ ”اے نبی کی بیویو! تم میں جو بھی کھلی نافرمانی کرے اس کو گناہ عذاب دیا جائے گا۔“ لیکن حضور کی ازدواجِ مطہرات سے یہ فرمانِ محض اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی کے ساتھ متصل کرتے ہوئے ان پر اپنی نعمتوں کا اہتمام فرما دیا ہے۔ پھر جو شخص بارگاہِ خداوندی کا مقرب بن گیا ہو اس کی کیا کیفیت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بلند و بالا ہے کہ اس کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی جاسکے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی شے اس جیسی نہیں ہے وہی سمج و بصیر ہے۔“ اور حقیقت یہ ہے کہ کسی کو ہدایت عطا کرنا بھی اسی کا کام ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان حافظ

از:..... حضرت حفیظ شیرازی

ترجمہ:..... مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

سینہ ام زاتش دل مرغم جانا نہ بسوخت
معتوق کے غم میں دل کی آگ سے میرا سینہ جل گیا
تتم از واسطہ دوری ولبر بگداخت
دلبر کی دوری کی وجہ سے میرا جسم گھل گیا
ہر کہ زنجیر سر زلف پری روئے تو دید
جس نے تیرے پری جیسے چہرہ کی زلف کی زنجیر کو دیکھا
سوز دل میں کہ زبس آتش اشکم دل شمع
دل کی گرمی کو دیکھ کہ میرے آنسوؤں کی گرمی نے شمع کے دل کو
چوں پیالہ دلم از توبہ کہ کروم بشکست
جو تہ میں نے کی اس سے میرا دل پیالہ کی طرح شکستہ ہو گیا
ماجر کم کن و باز آ کہ مرا مروم چشم
مفکد کم کر اور واپس آ جا اس لئے کہ میری آنکھوں کی پتلی نے
آشئلے نہ غریب ست کہ لہو من ست
وہ آشنا اجنبی نہیں ہے جو میرا دل جلانے والا ہے
خرقہ زہد مرا آب خرابات برد
میرے زندگی گدڑی کو شراب خانہ کا پانی بہا لے گیا

آتش بود دریں خانہ کہ کاشانہ بسوخت
اس گھر میں ایسی آگ تھی جس نے پورا گھر جلادیا
جانم از آتش جگر رخ جانا نہ بسوخت
محبوب کے رخ کے فراق کی آگ سے میری جان جل گئی
شد پریشان و لش برمن دیوانہ بسوخت
وہ پریشان ہو گیا اور اس کا دل مجھ دیوانہ پر جلا
دوش برمن ز سر مہر چو پروانہ بسوخت
شب گزشتہ مجھ پر مہربانی سے پروانہ کی طرح جلادیا
چوں صراحی جگر م بے سے و پیانہ بسوخت
میرا جگر شراب اور پیانہ کے بدوں صراحی کی طرح جل گیا
خرقہ از سر برد آرد و بشکرانہ بسوخت
خرقہ سر سے اتار دیا ہے اور شکرانہ میں جلادیا ہے
چوں من از خویش برقم دل بیگانہ بسوخت
جب میں اپنے سے گیا تو غیروں کا بھی دل جل گیا
خانہ عقل مرا آتش خجاندہ بسوخت
میری عقل کے خانہ کو شراب خانہ کی آگ نے جلادیا

ترک افسانہ بگو حافظ دے نوش ذمے کہ تحفہ شب و شمع بافسانہ بسوخت
 اے حافظ افسانہ گوئی چھوڑ، اور تھوڑی دیر شراب پی اس لئے کہ ہم تمام شب نہ سوئے اور شمع افسانہ میں جل گئی
 ساقیم خضرست دے آب حباب تو بہ از مے چوں کنم ہیہات ہات
 میرا ساقی خضر ہے، اور شراب آب حیات ہے ہائے افسوس! میں شراب سے کس طرح تو بہ کروں گا
 بادہ تلخ از لب شیرین لبان در طراوت می برد آب از نبات
 شیرین ہونٹ والوں کے ہونٹ سے، تلخ شراب مٹھاس میں، مصری کو شرمندہ کرتی ہے
 چوں دم عیسٰی نسیم اوز لطف مردہ صد سالہ بخشد حیات
 اس کی ہوا کیا زہ کی بجائے حضرت عیسیٰ کی پھونک کی طرح سوسالہ مردے کو، زندگی بخشی ہے
 جز آب آتشیں یعنی شراب حل نمگیر دوماں مشکلات
 آتشیں پانی، یعنی شراب کے سوا میری یہ مشکلات حل نہ ہوں گی
 روزی مائیں کہ دیوان عشق جزئی ہجران نشد مارا برات
 ہماری روزی کو دیکھو! کہ عشق کے دفتر سے ہجر کی شراب کے علاوہ ہمیں دینا دین نہ ملی
 شاد باد ارواح آں رندے کہ او بر سر کوئے ہاں یابد وفات
 اس رند کی روح، خوش رہے جو مغپوں کے کو چہ میں، وفات پا جائے

حاصل عمر تو حافظ درجہاں
 اے حافظ! دنیا میں تیری زندگی کا حاصل
 بادہ صافی ست باقی ترہات
 صاف شراب ہے، باقی بیہودگی ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدہ اہل سنت

از: حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری

مترجم: ڈاکٹر سید محمد امین

پندرہواں نور: خوب سمجھ لو کہ جب سالک کی سیرالی اللہ قریب الختم ہوتی ہے اور ایک ساعت کے علاوہ کوئی ساعت باقی نہیں رہتی اس وقت ابلیس لعین آتا ہے جیسا کہ دنیاوی موت کے وقت اپنے نفس ناپاک کے ساتھ آتا ہے اور یہ کام اپنی ذریت سے نہیں لیتا اور جس طرح موت کے وقت ایمان غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جن پر اللہ رحم فرمائے اور میرا پروردگار تو بڑا بخشنے والا ہے (ایمان غارت کرنے میں ابلیس ناکام رہتا ہے) اسی طرح اس ساعت کو جو سالک کی کوششوں کا لب لباب ہے، غارت کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے بے شک اللہ علیم و حکیم ہے۔ اگر فضل الہی شامل حال ہو اور اولیاء اللہ کی توجہ اس بے کس والا چار سالک کے باطن کی طرف ہو تو اسے چھٹکارا مل جاتا ہے ورنہ نہیں ملتا۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتا ہوا ایک صحرا میں پہنچا کئی روز مجھے پانی نہ ملا مجھے پیاس نے پریشان کیا ناگاہ ایک بادل نے سایہ ڈالا اور اس سے شبنم کی مانند ایک چیز نمودار ہوئی کہ میں اس سے سیراب ہوا پھر میں نے ایک روشنی دیکھی کہ آسمان کا کنارہ اس سے روشن ہو گیا اور اس سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور اس سے ایک آواز مجھے سنائی دی کہ اے عبدالقادر میں تیرا پروردگار ہوں، میں نے حرام چیزیں تجھ پر حلال کیں میں نے یہ بات سن کر اعموڈ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا اور کہا کہ طعون دور ہو فوراً وہ روشنی اندھیرے سے اور وہ صورت دھوئیں سے بدل گئی اور مجھ سے کہا کہ اے عبدالقادر تم نے اپنے علم اور اپنے پروردگار کے حکم سے مجھ سے نجات پائی خدا کی قسم اس قسم کے واقعات سے ستر اہل طریقت گمراہ کر چکا ہوں میں نے کہا کہ یہ تو صرف میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ سیدنا غوث اعظم سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ شیطان ہے، فرمایا اس کے اس قول سے کہ میں

نے حرام کو تمہارے لئے حلال کیا میں سمجھ گیا کہ حق تعالیٰ گناہ کا حکم نہیں دیتا۔

سولہواں نور: دلی کو دلی نہ جانا اور غیر ولی کو ولی سمجھنا دونوں ممنوع ہیں اس لئے کہ یہ بے ادبی کی انتہا اور سنگ دلی ہے۔ نبی کو جھٹلانا کفر ہے اور ولی کو جھٹلانا فی الحال فسق ہے لیکن انجام کار یہ بات کفر کی طرف کھینچ لے جاسکتی ہے۔ نبی کا قتل اسی وقت کفر ہے اور ولی کا قتل کرنا اگرچہ فی الحال فسق ہے لیکن ولی کے قاتل کا بھی اپنا ایمان سلامت لے جانا دشوار ہے جیسا کہ تجربہ ہوتا ہے۔

سترہواں نور: انسان چار اوصاف کے ساتھ عدم سے وجود میں آیا۔ ۱۔ بیکہ ۲۔ سباعی ۳۔ شیطانی ۴۔ ملکوتی صفت بیکہ (حیوانی) کی وجہ سے قوت شہوانی ظاہر ہوئی اور صفت سباعی کی وجہ سے قوت غضب ظاہر ہوئی اور شیطانی صفت کی وجہ سے غرور، نخوت، گھمنڈ، چالبازی اور مکاری وغیرہ ظاہر ہوئیں اور صفت ملکوتی جو اصل صفت ہے اس کی وجہ سے انسان نے انسان کا نام پایا اسی کی وجہ سے اطاعت و فرماں برداری، محبت و اخلاص، عشق و لطف وغیرہ ظاہر ہوئے، اب اگر انسان میں دیگر صفات پر ملکوتی صفت غالب ہے اور اس نے دوسری صفات کو مغلوب و محکوم بنالیا ہے تو وہ انسان کہلائے جانے کا مستحق ہے ورنہ اس کا شمار چوپایوں، درندوں یا شیطانوں میں ہوگا۔ اگر برے لوگوں کی صحبت نے اس قوت کو ملیا میٹ کر کے غفلت میں ڈال دیا ہے یعنی انسان اپنی اصل کو بھول کر یہ سمجھنے لگے کہ میں صرف کھانے پینے اور عیش و عشرت کے لئے پیدا ہوا ہوں تو اسے اس خیال کو ترک کر دینا چاہئے اس کے لئے کسی کامل بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو جو صفات بیکہ، سباعی اور شیطانی سے گزر کے صفات ملکوتی حاصل کر چکا ہو اور وہاں سے باطنی فیض حاصل کر کے اسی پر عمل کرے۔

اٹھارواں نور: اس راہ کی جزا اور تمام مجاہدوں سے بڑھ کر برزخ شیخ ہے لہذا اس راہ کے مسافر کو یہ بات سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ برزخ یہ ہے کہ کسی جگہ تباہی ٹھکرائے نہ گھٹیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے گویا میں شیخ کے آئنے سامنے بیٹھا ہوں اور میں نے اپنا دل مرشد کے دل کے نیچے ملا دیا ہے اور فیض کے چشمے سے وہ فیوض جو پیران سلسلہ کی ارواح کے ویلے سے میرے مرشد کے دل میں سماتے ہیں اس سے نورانی فوارہ یا سورج کی کرن یا صبح کی ٹھنڈی ہوا یا بارش کے قطرہوں کی شکل میں ظاہر ہو کر میرے دل میں اترتے ہیں اور ان فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفت اختیار کر لے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کرے گا۔ اپنے مرشد کو ہر آن ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور خبردار جانے یعنی حقیقتاً اپنی صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس مظہر یعنی برزخ شیخ میں جلوہ گر ہے وہ میرے حال سے واقف ہے۔ درحقیقت شیخ کوئی چیز نہیں، جو کچھ ہے وہی ہے چنانچہ وہی تمام عالم میں مختلف مظاہر میں جلوہ گر ہے یہاں بھی اپنی صفت ہدایت اور اپنے اسم ہادی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما ہو کر

ہدایت فرماتا ہے اور شیخ اس کے اسم ہادی کا مظہر ہے۔ وہی صفت علمی اور علام الغیوبی کے ساتھ اس برزخ میں تجلی فرما رہا ہے اور ہمارے حال سے آگاہ و خبردار ہے اور شیخ اس کے اسم علم کا مظہر ہے اور بس۔ تو ہدایت کرنا اور خبردار رہنا سب اسی کے لئے ہے اور شیخ تو بس مظہر ہے۔ ہاں ہدایت علمی اور علامی کی نسبت مجازاً شیخ کی جانب کردی جاتی ہے حقیقتاً نہیں کہ حقیقتاً تو وہ خود ہی فنا ہونے والوں میں ہے۔ برزخ انتہا میں مرشد کو محض اسم ہادی اور اللہ تعالیٰ کی صفت علمی کا مظہر جانے اور برزخ کا آخری سے آخری درجہ یہ ہے کہ نہ شیخ رہے نہ برزخ شیخ، جو کچھ ہو صرف ایک وہی ذات ہو تو جب اس طرح متواتر کرے گا تو طالب کا دل صفت روح کے ساتھ جڑ جائے گا اور دل صاف ہو کر تجلیات کے قابل بن جائے گا۔ اور رفتہ رفتہ وہ برزخی صورت کلام کرنے لگے گی اور سالک کو زبان حال و قال کے ہر سوال کا جواب سن لینے کی لیاقت پیدا ہو جائے گی اور صورت ملک و ملکوت اور جبروت و لاہوت کے تمام مقامات سالک پر ظاہر کر دے گی اور اسی صورت کے ذریعے تمام ارواح سے عالم ملکوت میں ملاقات ہوگی یہاں تک کہ حضور سرور عالم ﷺ کی روح مبارک کی حضوری نصیب ہوگی۔ ملکوت میں کوئی روح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح جیسی یا اس سے مشابہ نہیں ہے اس روح مبارک کی حضوری سے اس راہ کے علوم کی گہرائیاں اور باریکیاں طالب کے علم میں آئیں گی اور یہ صورت عالم مثال سے ہے اور یہ عالم ملکوت کی کنجی۔ عالم مثال، عالم ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی معلوم ہونی کہ عالم مثال ہیں ہر شخص کی ایک صورت ہے اور یہ صورت موت کے بعد باقی رہتی ہے اس کے برخلاف صورت جسمانی انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ عام طور پر فنا ہو جاتی ہے۔ خواب میں جو صورت نظر آتی ہے وہ یہی صورت مثالی روحانی ہوتی ہے اور جو کامل ہوتے ہیں وہ اسی صورت مثالی کی قوت سے ایک آن میں مختلف مقامات پر موجود ہوتے اور دکھائی دیتے ہیں اور ہزاروں جگہ کسی شکل میں آنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ برزخ کی اس مشق کے مکمل ہو جانے کے بعد شیخ کی یہ صورت مثالی ہمیشہ سالک کے دائیں بازو، ہاتھ دو ہاتھ کے فاصلے سے نظر میں موجود رہے گی اور اس کے کام بنائے گی، مشکلیں حل کرے گی اور حیوانیت کے درجے سے انسانیت کی بلندی پر پہنچائے گی۔ پس اگر انسانی صورتوں اور درندہ سیرتوں کو کسی انسان اصلی و کامل کی صحبت کا اتفاق پڑ جائے اور اسے غنیمت جانے کہ اس کی صحبت کے فیض و برکت سے اپنی بھولی ہوئی اصلیت یاد آ جائے گی اور یہ بھی انسان کامل بن جائے گا ورنہ مدتوں اپنی غلطیوں میں پڑے پڑے مرجائیں گے۔ اللہ ہمیں جہالت کے اندھیرے سے نکالے اور بلند مرتبے کی روشنی تک پہنچا دے آمین آمین آمین۔

انیسواں نور: اے بھائی یہ سب ایک ذات کے جلوے ہیں کہ تجھے ہر شکل اور ہر قسم میں

دکھائے جاتے ہیں۔ وہ جس طور چاہتا ہے تجلی فرماتا ہے اور یہ اس ذات پاک کے لئے کوئی بڑی چیز نہیں۔

بیسواں نور: عالم برزخ وہ عالم ہے جہاں نئی آدم کی روحیں اپنے بدن سے جدا ہو کر تاقیام حشر قیام کریں گی اور یہ مقام قرآن کریم سے اجمالاً اور احادیث و اخبار نبویہ سے تفصیلاً ثابت ہوتا ہے۔ یہ عالم، دنیا اور آخرت کے درمیان واقع ہے اسی لئے اسے برزخ کہتے ہیں اور یہ عالم، عالم مثال نہیں ہے یہ اور ہی عالم ہے جو اولیاء اللہ کے مکاشفات سے ملک و ملکوت کے درمیان واقع ہے اور اپنی نورانیت اور لطافت کے اعتبار سے عالم ملائکہ سے مشابہ ہے اور اپنی مقدار اور رونق کے اعتبار سے عالم ناسوت جیسا ہے۔ اس عالم میں دونوں عالم کی جھلک دکھائی دیتی ہے اور وہاں کا ہر زمانہ، زمانہ حال ہے ماضی اور مستقبل کی وہاں گنجائش نہیں ہے۔ اس عالم میں جو کچھ ہو چکا اور ہے اور ہو گیا آیا گیا یا آئے گا سب کی مثالی اس عالم مثال میں بالفعل موجود ہے چنانچہ کتاب فتوحات مکی کی عبارت اس دعویٰ پر گواہ ہے کہ عالم مثال اور ہے عالم برزخ اور۔ فتوحات مکی کے مصنف قدس سرہ کی گفتگو کا نچوڑ یہ ہے کہ عالم برزخ جس کی طرف روحیں اپنے بدنوں سے علاحدگی کے بعد منتقل ہو جاتی ہیں اس برزخ کے علاوہ ہے جو جسموں اور روحوں کے درمیان ہے۔ پہلے کا نام غیب محالی ہے در دوسرے کا نام غیب امکانی ہے۔ تو غیب امکانی کو دیکھنے اور اس کی خبریں دینے والے بہت سے ہیں برخلاف غیب محالی کے کہ اس کا کشف کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔

اکیسواں نور: قبریں تین ہیں۔ پہلی دنیا کی قبر کہ وہ زمین کی خاک پر ہے۔ دوسری عالم مثال کی قبر، یہ وہ قبر ہے جو عالم برزخ اور عالم شہادت کی قبروں کے درمیان واقع ہے اور دونوں قبروں کا عکس اور سایہ ہے۔ یہ قبر لطافت اور نورانیت کے اعتبار سے قبر برزخ کے مشابہ ہے اور محسوس و مقداری ہونے کے اعتبار سے قبر دنیا سے مشابہ ہے۔ تیسری قبر عالم برزخ کی قبر ہے اور وہی اصلی قبر اور شہر نے کا مقام ہے یعنی روحیں اپنے بدنوں سے جدا ہونے کے بعد صور پھونکنے جانے کے وقت تک اسی جگہ مقیم رہیں گی اور لعنت و عذاب، تنگی و فراخی کی جگہ یہی قبر ہے اور دوسری دونوں قبروں پر یہ ثواب و عذاب بطور عکس اور سایہ کے وارد ہوگا اور یہی قبر اقطاب کے کشف کا مقام ہے یعنی اپنے وقت کے قطب پر اس کا حال ظاہر ہو جاتا ہے۔ اولیاء کرام سے فیوض اسی قبر سے حاصل ہوتے ہیں اور سوال و جواب کا تعلق بھی اسی قبر سے ہے اور زندہ کامردوں سے سوال کرنا اور مرنے والوں کا زندوں کو جواب دینا بھی اسی قبر سے متعلق ہے۔ ایک زندہ آدمی اپنا جو بھی مدعا اولیاء کی قبروں پر عرض کرتا ہے اس کا جواب اسے دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ پہلا خطرہ صحیحہ کے طور پر دوسرا اس آواز کی طرح جو کسی گہرے کنویں یا گنبد کے اندر سے گونج کی صورت میں پیدا ہوتی ہے یا دور سے ہوا کے ذریعہ سنائی دیتی ہے۔ پہلے کا طریقہ یہ ہے کہ سوال کرنے والا

اپنے دل ہی دل میں بطور خطرے کے کہتا اور خاموش ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر بعد جو خیال سائل کے دل میں آئے گا اسے دوسری طرف سے ملنے والا جواب سمجھے اور کبھی آواز بالکل صاف ہوتی ہے جیسے ایک دوسرے سے بات چیت کرنے میں آتی ہے۔ یہ مرتبہ کامل لوگوں کو ملتا ہے جو مشق اور ورزش کی زیادتی سے حاصل ہوتا ہے اور یہ قبر اصلی دنیا کی قبر کے مقابل ہوتی ہے اور اگر دنیا میں قبر نہیں یعنی آدمی دفن نہیں ہوا بلکہ کوئی جانور کھا گیا یا آگ میں جل گیا تو ہضم کے بعد جہاں کہیں اس کا فضلہ ہوگا وہیں اس کی قبر تصور کی جائے گی اس لئے کہ اجزائے انسانی کا ایک جز یعنی ختم کبھی ختم نہیں ہوتا نہ کسی طرح اس کی حالت بدلتی ہے نہ اس میں تبدیلی آتی ہے تو وہ ختم حیوان کے پیٹ سے جس حصہ زمین پر گرے گا وہی اس کی قبر سمجھی جائے گی، اسی طرح جلائے میں بھی وہ ذرات محفوظ رہتے ہیں اور زمین انہیں بطور امانت رکھتی ہے اور وہی اس کی قبر ہوتی ہے اور اس قبر اصلی کا اثر اس دنیاوی مجازی قبر پر ایسا ہوتا ہے جیسے زمین پر سورج کی کرنیں یا مکان میں چراغ کی روشنی یا بدن سے روح کا تعلق۔ اس مثال سے یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قبر چند روزہ ہے اور اس میں ہمیشہ طرح طرح کی تبدیلیاں چکر لگاتی رہتی ہیں۔

بانیسواں نور: جان لو کہ موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں چلے جانے کا نام ہے اسی لحاظ سے آدمی کی تین موتیں اور چار زندگیاں ہوتی ہیں۔ چار زندگیوں سے تین موت کے لئے ہیں اور چوتھی آخری ہمیشہ کیلئے اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب روز بشارت اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو لباس وجود پہنایا اور است برکم (کیا میں تمہارا رب نہیں) فرما کر جواب میں ملی (بے شک) سنا تو یہ پہلی زندگی تھی اور اس کی مدت کا علم خدا کو ہی ہے اور جب اس جگہ سے منتقل کر کے ہمیں عالم شہادت میں پہنچایا تو یہ انتقال، عالم ارواح سے ہماری موت تھی اور ہمارا آنا عالم اجساد کی زندگی۔ یہ تو پہلی موت دوسری زندگی ہوئی اس کی مقدار اتنی ہی ہے جسے عمر کہتے ہیں اور جب ہم یہاں سے عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ دوسری موت ہے کہ ہم دنیا سے چلے اور یہی تیسری زندگی ہے کہ عالم برزخ میں قیام کریں گے اور جب وہاں سے ہمیں آخرت میں پہنچایا جائے گا تو برزخ سے انتقال تیسری موت ہوگی اور وار آخرت میں پہنچنا چوتھی زندگی ہے اور یہ وہ زندگی ہے جس کے بعد کوئی موت نہیں۔

تیسواں نور: (سوال) اس میں کیا حکمت ہے کہ عالم کو فناء مطلق یعنی قیامت کے بعد دوبارہ وجود عطا فرمایا جائے گا اور پھر بدلاؤ بادک باقی و دائم رکھا جائے گا۔ ممکن ہے اور ممکن یہی ہے کہ خود نہ بھٹھس قدرت سے وجود پائے اور پھر اس کے فنا پر قدرت باقی رہے جیسا کہ ظہور میں آئے گا تو پھر اسے موجود کرنے اور باقی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟۔

(جواب) جو پہلے ہی فرصت میں الہام ہوا، وہ بیان کرتا ہوں اگر دل کو اچھا لگے تو تسلیم کر لیں ورنہ

اصلاح کی کوشش کریں۔ یہاں صوفیائے کرام کے نزدیک دو مقام ہیں۔ پہلا کان اللہ ولم یکن معشی (اللہ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا) اسے مقام احدیت کہتے ہیں دوسرا یہ کہ جب خدا نے اپنی خدائی کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اس کا ظہور ماسویٰ کی تخلیق کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا اس نے تخلیق کا ارادہ فرمایا اور عالم کو عدم سے وجود میں لایا اسے مقام واحدیت کہتے ہیں۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اپنے کو پہنچوانے کے اگر مخلوق نہ ہوتی تو خالق کو خالق کے سوا کون جانتا اور کون خالق کہتا تو مقام واحدیت کی وجہ سے ماسویٰ کو پیدا فرمایا اور خود کو ان پر ظاہر فرما کر الست برکلم فرمایا اور مخلوق سے بلی کے جواب کا اعتراف کرایا اور پھر فنا کر دے گا کیونکہ عالم کے دوبارہ زندہ ہونے کے لئے فنا ضروری ہے۔ اب اگر پھر زندہ نہ فرمائے تو مقام احدیت باقی رہتا ہے اور مقام واحدیت جیسا تھا پھر پردہ میں آجائے اس لئے کہ احدیت کی بنیاد واحدیت پر نہیں ہے برخلاف اس کے واحدیت قطعاً احدیت پر منحصر ہے اور اس کا باقی رہنا کسی طرح احدیت کا انکار نہیں جیسا کہ سید الطائفہ حضرت جنید قدس سرہ نے فرمایا کہ ہوا لا ان کما کان (وہ جیسا تھا اب بھی ہے) تو ان دونوں تجلیوں کی شانوں نے چاہا کہ مقام واحدیت پھر اپنے چہرے سے پردہ اٹھائے اور ہمیشہ افق تجلی پر رہے لہذا وہ عالم فانی کو پھر زندہ فرمائے گا۔ یہ ہے اس کی حکمت کہ مخلوق کو دوبارہ وجود کا لباس بخشا جائے گا اور پھر واپس نہ لیا جائے گا اور پھر اس کی حکمت تو خداوند جل جلالہ دم نوالہ جانے۔

جو بیسواں نور: جب حضرت آدم علیہ السلام کا قالب تیار ہوا تو تمام عالم ملکوت میں آپ کی خلافت الہیہ کی شہرت ہوئی تو ملا اعلیٰ کے فرشتے ابلیس کے پاس بیٹھے اور کہا کہ تو نے اس کا لبد خاکی کو دیکھا ہے اس جسم مرکب کے خلیفہ الہی کے راز ہمیں سمجھا، ہمیں اس طرف کوئی راستہ نہیں ملتا۔ ابلیس لعین آدم علیہ السلام کے اس بے جان جسم میں داخل ہوا اور کچھ دیر بعد باہر آ کر بولا کہ میں نے اس جسم کو ٹٹولا، مجھے کوئی جگہ خلافت کے لائق نہیں ملی اس لئے کہ وہ جسم پھٹوں، رگوں، خون، ہڈیوں، گوشت اور چربی وغیرہ کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ خون جوش میں آ کر سیلاب کی طرح دوڑے گا اور پٹھوں میں تناؤ پیدا کر کے ایک دوسرے سے جنگ و جدال کرائے گا اور پھر اس سے ہر طرح کے گناہ اور نافرمانیاں سرزد ہوں گے اور یہ ساری باتیں منصف نبوت کے خلاف ہیں البتہ اس جسم کے بائیں جانب میں نے ایک کوٹھری پائی کہ اس میں کوئی چیز بطور امانت پوشیدہ ہے۔ میں نے اس طرف میری طاقت نہیں پائی مجبور ہو کر باہر آ گیا تو اللہ کی خلافت کا سب اگر کچھ ہے تو وہی پوشیدہ راز اور امانت ہے ورنہ اور تو کچھ ہے نہیں۔

صوفیائے کرام تحریر فرماتے ہیں کہ وہ راز، عشق محبت خداوندی کا راز تھا کہ آدم علیہ السلام کے دل میں اسے امانت بنا کر رکھ دیا اور آدم کو اس پر شیدا کر دیا یہ چیز کسی دوسری مخلوق کو میسر نہیں۔ اے بیٹے جان

لے کہ آدم محض اس راز کی وجہ سے آدم بنے ورنہ وہ بھی مثل دیگر مخلوق کے تھے۔ تو تم اس راز سے کیوں غافل ہو اے ترقی کیوں نہیں دیتے اور اپنے خالق کو تلاش کیوں نہیں کرتے، اسے حاصل کیوں نہیں کلیتے۔ اگر تمہیں وہ راز نصیب ہو جائے تو تم آدمی بن جاؤ گے ورنہ ذلیل رہو گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اپنے دل میں عشق الہی کو زیادہ کرو اور اپنے آپ کو اس ذات پاک کا طالب بناؤ تا کہ تم کچھ بن جاؤ کہ لوگ کہیں کہ تم بھی مرد خدا ہو۔

پچیسواں نور: نسبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں پہلی عاشقانہ یعنی عاشق کا معشوق کے ساتھ تعلق کا غالب آجانا اور دوسری معشوقانہ یعنی معشوق کا عاشق کے ساتھ تعلق کا زیادہ ہونا۔ پہلی نسبت غلیبی ہے اور دوسری جیبی۔

غلیبی یہ ہے کہ طالب کے تمام کا محبوب کی مرضی کے مطابق ہوں اور جیبی یہ ہے کہ مطلوب کے تمام کام طالب کی رضا کے موافق ہوں۔ اولیاء اللہ انہیں دو نسبتوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ بعض کی نسبت عاشقانہ ہوتی ہے بعض کی محبوبانہ نسبت کے معنی یہ ہیں کہ دل کا تعلق ہمیشہ رب تبارک و تعالیٰ سے رہے اور سب سے منقطع رہے اور اس جملے کے کہ فلاں صاحب نسبت ہے یہی معنی ہیں کہ اس کا دل تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔

چھبیسواں نور: طلب صادق، طالب کو اللہ کے حکم سے، درجہ کمال حاصل کرنے سے محروم نہیں رکھتی اگرچہ اس کا پیر ناقص ہو بلکہ کبھی کبھی تو ایسا پیر بھی مرید کی سچی طلب کی برکت سے درست ہو جاتا ہے۔ منقول ہے کہ ایک صاحب کو ہمیشہ پیر کی تلاش رہتی تھی مگر انہیں ان کی مرضی کے مطابق کوئی پیر نہ مل سکا۔ آخر ایک روز پریشان ہو کر قسم کھائی کہ آج رات جو شخص میرے گھر آئے گا اسی کا مرید ہو جاؤں گا۔ اتفاق سے اس رات اس کے گھر میں چور گھس آیا۔ اس طالب صادق نے، کدانتظار میں تھا، فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ چور پہلے تو ڈرا لیکن پھر اسے بے وقوف جان کر مریدی میں قبول کر لیا کہ شاید اس طرح پیچھا چھوٹ جائے۔ خیر جب چور نے اسے مرید کر لیا تو اس نے کہا کہ اب مجھے حکم دیجئے کہ میں اس میں مشغول ہو جاؤں اور خدا تک پہنچوں۔ چور بے چارہ کو یہ کیا معلوم (جس نے سلیمان علیہ السلام کو نہ دیکھا ہو وہ پرندوں کی بولی کیا سمجھے) لیکن اپنے چھمکارے کے لئے اس سے چند کلمے کہہ کر تمام خاندان سے الگ ہو کر جنگل میں چلے جاؤ اور وہاں تنہائی میں بیٹھ کر یاد الہی کرو اور اللہ اللہ کرتے رہو دل کو حاضر رکھنا۔ طالب صادق اس تعلیم کو سنتے ہی اپنے خاندان سے تعلق ختم کر کے جنگل میں چلا گیا اور عبادت الہی میں مصروف ہو گیا چونکہ پیر ناقص تھا اس لئے خدا تک رسائی نہ ہوئی۔ بارگاہ الہی سے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اس چور کو تعلیم دے کر درجہ کمال تک پہنچاؤ اور اس سے کہو کہ ہمارے جس

طالب صادق کو تو نے مرید کیا ہے اسے ہم تک پہنچا۔ چنانچہ خضر علیہ السلام کی تعلیم سے گھڑی بھر میں اس کی چوری بھی چھوٹی اور وہ صاحب کمال ہو کر مرید کے پاس پہنچا اور اسے بھی خدارسیدہ بنایا۔ دیکھئے طالب کی طلب صادق نے پیر ناقص کے ساتھ کیا کیا اور کیا ہو گیا۔

ستانیسواں نور: میں نے اپنے شیخ (شاہ آل رسول) رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ بعض درویشوں کو بار بار ہا حرام اور مردار کھاتے دیکھا گیا ہے۔ کئی بار دیکھا گیا کہ انہوں نے مرے ہوئے جانور کے گوشت اور چربی کو استعمال کیا اور بظاہر وہ مجذوب و مجنون کی صورت بھی نہیں رکھتے بلکہ کبھی کبھی تو وہ دوسروں کو بھی اس میں سے کچھ دے دیتے ہیں جب ہم نے دیکھا تو وہ حلوہ نکلا۔ یہ کیا راز ہے۔ ارشاد فرمایا کن فیکون۔ یہ باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب بندہ فانی محض ہو کر اس صفت کا مظہر بن جاتا ہے تو اسے یہ قدرت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ چیزوں کی حقیقت کو بدل دے۔ تو وہ اگر مردے کو زندہ کہہ دے تو وہ زندہ ہو جائے اور زندہ کو مردہ کہہ دے تو مردہ ہو جائے اگر وہ مردار کے گوشت کو حلوہ کہہ دے تو حلوہ ہو جائے اور حلوے کو اگر فضلہ کہہ دے تو فضلہ ہو جائے۔ وہ نہ ہر بلا مل کو تریاق اور تریاق کو نہ ہر بلا مل کر دے چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے زہر کھالینے کا واقعہ مشہور ہے تو جب اسے اس صفت سے حاصل گیا اور وہ فضلہ کو حلوہ سمجھ کر کھائے تو تعجب کی کیا بات ہے کہ وہ اس کی قوت کرامت سے حلوہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ماہیت بدل جاتی ہے تو اس کا حکم بھی بدل جاتا ہے مثلاً انگوی شراب نجس العین اور حرام ہے، اگر وہ سرکہ ہو جائے تو اس کا کھانا حلال و درست ہے۔ یہی حال تمام چیزوں کا ہے اور اب اس میں کوئی خطرہ نہیں میں نے عرض کیا کہ حضور اب میری دلی تسکین ہو گئی۔

اتھانیسواں نور: ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت روح کیا ہے؟ فرمایا کہ روح صفت حیات باری تعالیٰ کا عکس ہے، جب باری تعالیٰ کی ذات اور صفات کا سمجھنا محال ہے تو روح کی حقیقت کیسے جان سکتے ہیں کہ یہ تو اسی کا ظل اور عکس ہے۔ (جاری ہے)

ماخوذ: سراج العارف فی الوصایا والمعارف

حدیث

اَلْعَفْوُ لَا يَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا وَالتَّوَّاضُعُ لَا يَزِيْدُ اِلَّا رَفْعَةً

ترجمہ: عفو در گذر کرنا بندوں کی عزت بڑھاتا ہے اور تواضع

واکساری بندوں کو رفعت (سر بلندی) عطا کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

از: حضرت داتا گنج بخش لاہور

تابع تابعین میں سے امام طریقت امام الائمہ و مقتدائے اہل سنت، شرف فقہاء، عز علماء، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت خزاز رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ عبادت و مجاہدات اور طریقت کے اصول میں عظیم الشان مرتبہ پر فائز ہیں۔ ابتدائی زندگی میں آپ نے لوگوں کے اثر و دام سے کنارہ کش ہو کر گوشہ نشینی کا قصد فرمایا تاکہ لوگوں میں عزت و حشمت پانے سے دل کو پاک و صاف رکھیں اور دن و رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف و منہمک رہیں مگر ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استخوان مبارک کو جمع کر رہے ہیں اور بعض کو بعض کے مقابلہ میں انتخاب کر رہے ہیں۔ اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے اور حضرت محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کے ایک مصاحب سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی انہوں نے جواب دیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم مبارک اور آپ کی سنت کی حفاظت میں ایسے بلند درجہ پر فائز ہوں گے گویا آپ ان میں تصرف کر کے صحیح و سقیم کو جدا کریں گے۔ دوسری مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا حضور نے فرمایا اے حنیفہ! تمہیں میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم گوشہ نشینی کا خیال دل سے نکال دو۔

آپ بکثرت مشائخ معتمدین کے استاذ ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم بن ادہم، فضیل بن عیاض، داؤد طائی اور حضرت بشر حافی وغیرہ رحمہم اللہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ علماء کے درمیان یہ واقعہ مشہور ہے کہ آپ کے زمانہ میں ابو جعفر المصنوع خلیفہ تھا اس نے یہ انتظام کیا کہ چار علماء میں سے کسی ایک کو قاضی بنا دیا جائے۔ ان چاروں میں امام اعظم رحمہ اللہ کا نام بھی شامل تھا بقیہ تین فرد، حضرت سفیان ثوری، صہ بن الشیم اور شریک رحمہم اللہ تھے۔ یہ چاروں بڑے متبحر عالم تھے۔ فرستادہ کو بھیجا کہ ان چاروں کو دربار میں لے کر آئے چنانچہ جب یہ چاروں یکجا ہو کر روانہ ہوئے تو راہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا میں اپنی فراست کے مطابق ہر ایک کے لئے ایک ایک بات تجویز کرتا ہوں۔ سب نے کہا آپ جو تجویز فرمائیں گے درست ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا میں تو کسی حیلہ سے اس منصب قضا کو خود سے دور کر دوں گا۔

صلہ بن الشیم خود کو دیوانہ بنالیں۔ سفیان ثوری بھاگ جائیں اور شریک، قاضی بن جائیں۔ چنانچہ حضرت سفیان ثوری نے اس تجویز کو پسند کیا اور راستے ہی سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایک کشتی میں گھس کر کہنے لگے مجھے پناہ دو لوگ میرا سر کاٹنا چاہتے ہیں۔ اس کہنے میں ان کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف تھا کہ ”من جعل قاضیا فقد ذبح بغیر سکنین۔ جسے قاضی بنایا گیا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔“ ملاح نے انہیں کشتی کے اندر چھپا دیا۔ بقیہ تینوں علماء کو منصور کے رو برو پہنچا دیا گیا۔ منصور نے امام اعظم کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ منصب قضا کے لئے بہت مناسب ہیں؟ امام اعظم نے فرمایا اے امیر میری عربی نہیں ہوں۔ اس لئے سردار عرب میرے حاکم بننے پر راضی نہ ہوں گے۔ منصور نے کہا اول تو یہ منصب نسبت و نسل سے تعلق نہیں رکھتا یہ علم و فراست سے تعلق رکھتا ہے چونکہ آپ تمام علمائے زمانہ سے افضل ہیں اس لئے آپ ہی اس کے لئے زیادہ موزوں و لائق ہیں۔ امام اعظم نے فرمایا میں اس منصب کے لائق نہیں۔ پھر فرمایا میرا یہ کہنا کہ میں اس منصب کے لائق نہیں اگر سچ ہے تو میں اس کے لائق نہیں اور اگر جھوٹ ہے تو جھوٹے کو مسلمانوں کا قاضی نہیں بنانا چاہئے چونکہ تم خدا کی مخلوق کے حاکم ہو تو تمہارے لئے ایک جھوٹے کو اپنا نائب بنانا اور لوگوں کے اموال کا معتد اور مسلمانوں کے ناموس کا محافظ مقرر کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس حیلہ سے آپ نے منصب قضا سے نجات پائی۔

اس کے بعد منصور نے حضرت صلہ بن الشیم کو بلایا۔ انہوں نے خلیفہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ اے منصور تیرا کیا حال ہے اور تیرے بال بچے کیسے ہیں؟ منصور نے کہا یہ تو دیوانہ ہے اسے نکال دو۔ اس کے بعد حضرت شریک کی باری آئی ان سے کہا آپ کو منصب قضا ملتا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا میں سودا کی مزاج کا آدمی ہوں اور میرا دماغ بھی کمزور ہے۔ منصور نے جواب دیا اعتدال مزاج کے لئے شربت و شیرے وغیرہ استعمال کرنا تاکہ دماغی کمزوری دور ہو کر عقل کامل حاصل ہو جائے۔ غرضیکہ منصب قضا حضرت شریک کے حوالہ کر دیا گیا اور امام اعظم نے انہیں چھوڑ دیا اور پھر کبھی بات نہ کی۔ اس واقعہ سے آپ کا کمال و حیثیت سے ظاہر ہے ایک یہ کہ آپ کی فراست اتنی ارفع و اعلیٰ تھی کہ آپ پہلے ہی سب کی خصلت و عادت کا جائزہ لے کر صحیح اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔ اور دوسرے یہ کہ سلامتی کی راہ پر گامزن رہ کر خود کو مخلوق سے بچائے رکھنا تاکہ مخلوق میں ریاست و جاہ کے ذریعہ نخوت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ حکایت اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اپنی صلاحیت و سلامتی کے لئے کنارہ کشی بہتر ہے حالانکہ آج حصول جاہ و مرتبہ اور منصب قضا کی خاطر لوگ سرگرداں رہتے ہیں۔ کیونکہ لوگ خواہش نفسانی میں مبتلا ہو کر راہ حق و صواب سے دور ہو چکے ہیں۔ اور لوگوں نے امراء کے دروازوں کو قبلۂ حاجات بنا رکھا ہے اور ظالموں کے گھروں کو اپنا بیت المعمور سمجھ لیا ہے اور جاہلوں کی مسند کو ”قاب تو سین اودائی“ کے برابر جان رکھا ہے جو بات بھی ان کی مرضی

کے خلاف ہو وہ اس سے انکار کر دیتے ہیں۔

حکایت: غزنی میں ایک مدعی علم و امامت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ گدڑی پہننا بدعت ہے، میں نے جواب دیا بیشی اور دیتی لباس جو کہ خالص ریشم کا ہوتا ہے جسے شریعت نے حرام قرار دیا ہے اس کو پہننا اور ظالموں کی منت و سماجت اور تملق و چاپلوسی کرنا تا کہ اموال حرام مطلب مل سکے کیا یہ جائز ہے؟ کیا شریعت نے اسے حرام نہیں کیا ہے؟ اسے بدعت کیوں نہیں کہتے؟ بھلا وہ لباس جو حلال ہو اور حلال مال سے بنا ہو وہ کیسے حرام ہو سکتا ہے۔ اگر تم پر نفس کی رعونت اور طبیعت کی ضلالت مسلط نہ ہوتی تو تم اس سے زیادہ پختہ بات کہتے۔ کیونکہ ریشمی لباس عورتوں کے لئے حلال ہے اور مردوں پر حرام، اور جو دیوانے اور پاگل ہیں جن میں عقل و شعور نہیں ان کے لئے وہ مباح ہے۔ اگر ان دونوں باتوں کے قائل ہو کر خود کو معذور گردانتے ہو تو افسوس کا مقام ہے۔

حکایت: سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت نوفل بن حیان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام لوگ حساب گاہ میں کھڑے ہیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حوض کوثر کے کنارے کھڑے ہیں اور آپ کے دائیں بائیں بہت سے بزرگ موجود ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ جن کا چہرہ نورانی اور بال سفید ہیں حضور کے رخسار مبارک پر اپنا رخسار رکھے ہوئے ہیں۔ اور ان کی برابر حضرت نوفل موجود ہیں جب حضرت نوفل نے مجھے دیکھا تو وہ میری طرف تشریف لائے اور سلام کیا میں نے ان سے کہا مجھے پانی عنایت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا میں حضور سے اجازت لے لوں۔ پھر حضور نے انگشت مبارک سے اجازت مرحمت فرمائی اور انہوں نے مجھے پانی دیا۔ اس میں سے کچھ پانی تو میں نے پیا اور کچھ اپنے رفقا کو پلایا لیکن اس پیلہ کا پانی ویسا کا ویسا ہی رہا کم نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت نوفل سے پوچھا حضور کی وہی جانب کون بزرگ ہیں؟ فرمایا یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں اور حضور کی بائیں جانب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اسی طرح میں معلوم کرتا رہا یہاں تک کہ 17 بزرگوں کی بابت دریافت کیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو ہاتھ کی انگلیاں 17 عدد پر پہنچ چکی تھیں۔

حکایت: حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! ابن اطلبک“ اے اللہ کے رسول آپ کو (روز قیامت) کہاں تلاش کروں؟ ”قال عند علم ابی حنیفہ“ فرمایا ابوحنیفہ کے علم میں (یا) ان کے جھنڈے کے پاس۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ورع اور آپ کے فضائل و مناقب اس کثرت سے منقول و مشہور ہیں کہ ان سب کے بیان کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

حضرت داماد گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ملک شام میں مسجد نبوی شریف کے مؤذن حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک کے سر ہانے سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب شیبہ سے داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے فرط محبت میں دوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو بوسہ دیا میں اس حیرت و تعجب میں تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں حضور گواہی معجزانہ شان سے میری باطنی حالت کا اندازہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا یہ تمہارے امام ہیں جو تمہارے ہی ولایت کے ہیں۔ یعنی ابو حنیفہؒ اس خواب سے یہ بات مشکف ہوئی کہ آپ کا اجتہاد حضورؐ کی متابعت میں بے خطا ہے اس لئے کہ وہ حضور کے پیچھے خود نہیں جا رہے تھے بلکہ حضورؐ خود انہیں اٹھائے لئے جا رہے تھے۔ کیونکہ وہ باقی الصف یعنی تکلف و کوشش سے چلنے والے نہیں تھے۔ بلکہ فانی الصف اور شرعی احکام میں باقی وقائم تھے۔ جس کی حالت باقی الصف ہوتی ہے وہ خطا کار ہوتا ہے بارہا یاب لیکن جب انہیں لے جانے والے حضورؐ خود ہیں تو وہ فانی الصف ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بقا کے ساتھ قائم ہوئے۔ چونکہ حضورؐ سے خطا کے صدور کا امکان ہی نہیں اس لئے جو حضورؐ کے ساتھ قائم ہو اس سے خطا کا امکان نہیں۔ یہ ایک لطیف اشارہ ہے۔

حکایت : حضرت داؤد علیہ السلام رحمۃ اللہ علیہ جب حصول علم سے فارغ ہو گئے اور ان کا شہرہ آفاق میں پھیل گیا اور یگانہ روزگار عالم تسلیم کر لئے گئے۔ تب وہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب کیا کروں؟ امام اعظمؒ نے فرمایا 'علیک بالعلم فان العلم بلا عمل کالجسد بلا روح' یعنی اب تمہیں اپنے علم پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ بلا عمل کے علم ایسا ہے جیسے بلا روح کے جسم ہوتا ہے۔ عالم جب تک باعمل نہیں ہوتا اسے صفائے قلب اور اخلاص حاصل نہیں ہوتا۔ جو شخص محض علم پر ہی اکتفا کر لے وہ عالم نہیں ہے۔ عالم کے لئے لازم ہے کہ وہ محض علم پر قناعت نہ کرے کیونکہ عین علم کا اقتضا یہی ہے کہ باعمل بن جائے جس طرح کہ عین ہدایت و مجاہدہ کی مقتضی ہے اور جس طرح مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح علم بغیر عمل کے سووند نہیں ہوتا۔ کیونکہ علم عمل کی میراث ہے علم میں نور و وسعت اور ان کی منفعت عمل ہی کی برکت کا ثمرہ ہوتا ہے کسی صورت سے بھی علم عمل سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے آفتاب کا نور کہ وہ عین آفتاب سے ہے اس سے جدا نہیں ہو سکتا۔ یہی حال علم و عمل کے مابین ہے۔ ابتدائے کتاب میں علم و عمل پر کچھ بحث کی جائیگی ہے۔

ماخوذ: کشف المحجوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولیاء اللہ کے ابتلاء کا سبب

از: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ

حضرت قطب ربانیؒ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ اپنے بعض محبوب و برگزیدہ بندوں کو مصائب و شدائد میں اس لئے مبتلا فرماتا ہے کہ وہ مخلوقات سے بیزار و برگشتہ ہو کر اس کی طرف زیادہ سے زیادہ رجوع کریں اور اس سے دعائیں مانگیں کیونکہ وہ ان کی دعاؤں اور عرض حاجات کو نہایت پسند فرماتا ہے اور ان کے سوالات کی قبولیت و اجابت کو دوست رکھتا ہے تاکہ اپنے جود و کرم کو انتہائی وسعت و فیاضی کے ساتھ ان پر صرف فرمائے جب ایسے برگزیدہ اولیاء اللہ تعالیٰ کے حضور عرض حاجات کرتے ہیں تو خود اللہ تعالیٰ کا جود و کرم بھی اللہ سے اجابت و قبولیت دعا کا تقاضا کرتا ہے۔ چنانچہ دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن بعض اوقات عدم قبولیت کے باعث نہیں بلکہ کسی مصلحت الہی کے تحت اس کی تعمیل میں تاخیر ہو جاتی ہے جو مومنین کے لئے اضطراب کی وجہ نہیں۔ پس ہوتا یہ چاہئے کہ بندہ مصائب کے دوران ذکر الہی کا التزام کرے اور اورامر و نواہی کی پیروی اختیار کرے اور اپنی حاجات و ضروریات اللہ تعالیٰ کے حضور پے درپے عرض کرے۔ کیونکہ اسی نے ارشاد فرمایا ”ادعونی استجب لکم“ تم میرے حضور اپنی حاجات و ضروریات عرض کرو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ نیز بندہ مصیبت و اذیت کے زمانہ میں عجز و تضرع اور خشوع و خضوع کو ہرگز نہ چھوڑے اور اس پر مداومت کرے کیونکہ جیسا کہ بیان کیا گیا بعض اوقات اللہ تعالیٰ مصائب و شدائد ہی کے ذریعہ مومن سے متواتر دعائیں کرانا چاہتا ہے اور غفلت و مصیبت کو اس سے دور کر کے اسے اپنا مقرب و پسندیدہ بنانا چاہتا ہے۔

(ماخوذ: فتح الغیب)



أَنْوَارُ الصُّوفِيَّةِ

بَکَکُور



فہرست

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۲	اغراض و مقاصد	۱
۳	پیش لفظ	۲
۴	حمد باری تعالیٰ	۳
۵	نعت شریف	۴
۶	آیات قرآنی شان حبیب الرحمن	۵
۱۲	کتاب الصلوٰۃ	۶
۱۷	سر الاسرار	۷
۲۱	معارف خمس و تہمیز	۸
۲۷	توحید کے دس اصول	۹
۳۳	بوستان سعدی	۱۰
۳۷	در بیان رباب قلب	۱۱
۴۱	گلستان سعدی	۱۲
۴۷	فتوح الغیب	۱۳
۵۰	دیوان حافظ	۱۴
۵۴	عقیدۃ اہلسنت	۱۵
۶۰	ابامہ اعظم ابوحنیفہؒ	۱۶
۶۴	اولیاء اللہ کے انتلاء کا سبب	۱۷